۳
بسم الله الرحمن الرحیم
ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۱۵/ دسمبر ۱۹۶۷ء
۱۲/ رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

Weekly "KHUD

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ متفق علیہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی ایمان کی رُو سے اور بہ نیّت حصولِ ثواب رمضان کا قیام (تراویح) کرے۔ اس کے (تمام) اگلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

وَعَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُرَغِّبُ فِیْ قِیَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّاْمُرَهُمْ فِیْهِ بِعَزِیْمَةٍ فَیَقُوْلُ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ رواہ مسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کی صرف ترغیب دیتے تھے اور تاکید کے ساتھ ان کو اس کا حکم نہ دیتے تھے (تاکہ یہ چیز فرض نہ ہو جائے) چنانچہ فرماتے تھے کہ جو کوئی ایمان کی رُو سے اور بہ نیّت حصولِ ثواب رمضان کا قیام کرے۔ اس کے (تمام) اگلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

ف: قیامِ رمضان یعنی تراویح کا استحسان اور استحباب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل سے ثابت ہے۔ لیکن آپ کی حیات میں اس پر تاکیدی طور سے اس لیے عمل نہیں ہوا تھا کہ کہیں یہ چیز فرض نہ کر دی جائے اور بعض احادیث سے اس کی تاکید بھی ثابت ہوتی ہے، جیسا کہ سنن نسائی میں مذکور ہے، لیکن آپ کے وصال کے بعد جب یہ خدشہ ختم ہو گیا، تو عمر فاروقؓ نے اس پر عمل کیا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَهٗ اِلَّا الصِّیَامَ فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ۔ وَالصِّیَامُ جُنَّةٌ فَاِذَا كَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا یَرْفُثْ، وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْیَقُلْ: اِنِّیْ صَائِمٌ، وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ۔ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ یَفْرَحُهُمَا: اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ، وَاِذَا لَقِیَ رَبَّهٗ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ۔ متفق علیہ۔

وَهٰذَا لَفْظُ رِوَایَةِ الْبُخَارِیِّ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهٗ: یَتْرُكُ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ وَشَهْوَتَهٗ مِنْ اَجْلِیْ، اَلصِّیَامُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ یُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰی سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ۔ یَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِیْ۔ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ، وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ۔ وَلَخُلُوْفُ فِیْهِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ آدمی کا ہر عمل اُسی کا ہے، سوائے روزہ کے کہ وہ میرا ہے، اور مَیں ہی اس کا بدلہ دُوں گا، اور روزہ ایک ڈھال ہے۔ پس آدمی کو چاہیے کہ روزہ کے دن بے ہودہ باتیں نہ بکے، اور شور و شغب نہ کرے۔ اور اگر کوئی اس کے ساتھ گالم گلوچ یا جھگڑا کرے تو (اس سے) کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ کہ روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں جو اس کو حاصل ہوں گی۔ ایک تو افطار کے وقت خوش ہوتا ہے اور دُوسری خوشی اس وقت حاصل ہو گی جب وہ اپنے رَب سے مِلے گا۔ اس وقت اپنے روزہ سے خوش ہو گا۔ (بخاری و مسلم) اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ روزہ دار میری وجہ سے کھانا پینا اور اپنی خواہش کو چھوڑتا ہے (لہٰذا) روزہ میرے لیے ہے اور مَیں ہی اس کی جزا دُوں گا (اور باقی) نیکیوں کا ثواب دس گنا ہو گا۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آدمی کے ہر عمل کا ثواب بڑھایا جاتا ہے۔ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے، سات سو گنے تک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مگر روزہ (کہ اس کے ثواب کی کوئی حد نہیں) کیوں کہ وہ خالص میرے لیے ہے اور مَیں ہی اس کا بدلہ دُوں گا۔ روزہ دار میرے لیے اپنی خواہش اور کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خدا سے ملاقات کے وقت ہو گی۔ اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ عَبْدٍ یَّصُوْمُ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِلَّا بَاعَدَ اللّٰهُ بِذٰلِكَ الْیَوْمِ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا۔ متفق علیہ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس ایک دن کی وجہ سے اس کو جہنّم کی آگ سے بقدر ستّر سال کی مُسافت کے دُور کر دیں گے۔ (اس کو بخاری و مسلم نے ذکر کیا)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایڈیٹر
مناظر حسین نظرؔ
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۳ | ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ بمطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۶۷ء | شمارہ ۳۲

غیر ذمہ داری کی انتہا

روئے زمین پر مختلف قومیں اور ان میں مختلف مذاہب پائے جاتے ہیں لیکن کوئی مذہب ایسا نہیں جو دوسرے مذہب کے اکابر پر سب وشتم کرنے کی اجازت دیتا ہو۔ جو لوگ کسی مذہب کو نہیں مانتے ان کے اخلاقی ضوابط بھی کسی کو برا کہنے کو ہرگز گوارا نہیں کرتے۔ البتہ یہ بات ہمارے یہاں ایک فرقے کے مذہب میں پائی جاتی ہے کہ اس کے لوگ مسلمان کہلا کر بھی ملّت کے سوادِ اعظم اہلسنت کے جذبات و احساسات کی قطعاً پرواہ نہ کرتے ہوئے اصحاب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر سب وشتم کرتے ہیں۔ آئے دن ایسی مذموم جسارتوں کا ارتکاب بسا اوقات فساد پر بھی منتج ہو چکا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ تبرّا بازوں کو نہ قومی وحدت کا احساس ہے نہ ملکی امن و امان کا لحاظ، وہ اپنی امن سوز اور اخلاق کُش حرکت سے باز نہیں آتے حالانکہ اور کچھ نہیں تو مسلمانوں کی دلآزاری کے خیال سے انہیں ان باتوں سے مجتنب رہنا چاہئے اور اگر وہ مجتنب نہیں رہ سکتے تو کم سے کم اپنی عبادت گاہوں میں جو جی چاہے کریں۔ سر بازار اور خاص طور پر مسلمانوں کو سنا سنا کر ایسا کرنا برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

ہم یہاں شہر کروڑ لعل عیسن ضلع مظفر گڑھ میں کی گئی ایک ایسی ہی مذموم حرکت کا ذکر کرنے پر مجبور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس فرقے کے ذاکروں اور دوہڑے پڑھنے والوں نے کئی راتوں تک حضراتِ صحابۂ کرامؓ کے خلاف دریدہ دہنی کا ایمان سوز مظاہرہ کیا۔ جس پر مقامی معززین نے مقامی پولیس کے پاس جا کر شکایت کی مگر ایس ایچ او لعل کروڑ عیسن نے وفد کو سخت الفاظ میں صحابۂ کرام کے بعض افراد خصوصاً حضرت امیرالمومنین معاویہؓ کو (نعوذ باللہ) لعین وغیرہ جیسے ناموں کے ساتھ ملا کر ذکر کیا اور کہا کہ میں بحیثیت تھانیدار کے معاویہؓ کو برداشت نہیں کرتا۔ حکومت کے ایک ذمہ دار اور تنخواہ دار ملازم کے ایسے غیر ذمہ دارانہ الفاظ، جس پر قیام امن اور تحفظ جان و مال کی ذمہ داری سب سے بڑھ کر عائد ہوتی ہے حکومتی منصب کے ہی منافی نہیں بلکہ اخلاقی ضابطے اور انسانیت کی بھی کھلی اور انتہائی توہین ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر حکّام خود غیر ذمہ دارانہ مناصب سنبھال لیں تو ظالموں اور دیگر جرائم کرنے والوں پر گرفت کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم اس افسوسناک وقوعہ پر کوٹ ادّو ضلع مظفر گڑھ کے نقشبندی اجتماع کی متفقہ قرار داد کی تائید کرتے ہوتے حکومت کے ذمہ دار حکّام بالا سے مطالبہ کرتے ہیں کہ واقعہ مذکورہ کی پوری پوری تحقیقات کر کے ملّت کے سوادِ اعظم کے مجروح جذبات پر مرہم رکھا جائے اور مذکورہ تھانیدار کو معطل کر کے اس پر مقدمہ چلایا جائے۔ کیونکہ ایسے لوگ ہرگز استحقاق نہیں رکھتے۔ کہ ایک لمحے کے لئے بھی انہیں ایسے ذمہ دارانہ منصب پر بحال رہنے دیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی ہم حکومت سے استدعا کریں گے کہ ملکی فضا کو صاف اور پرامن رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس قسم کی خرافات کو قانوناً روک دیا جائے ــــ ہمیں اپنی معزز حکومت سے توقع ہے کہ وہ اس دلآزار واقعہ کی فوری تحقیقات کرا کے سوادِ اعظم کے جذبات کا احترام کرے گی اور مجرموں کو قرار واقعی سزا دے گی تاکہ آئندہ کے لئے کسی فرد کو بھی ایسی غیر ذمہ دارانہ حرکت کرنے اور ملک کی پرامن فضا کو فرقہ وارانہ منافرت کے جراثیم سے مسموم کرنے کی جسارت نہ ہو۔

ریڈ کراس یا رقص وسرود

تہذیب و ثقافت کے نام پر بعض لوگ جس طرح فحاشی کو رواج دے رہے ہیں اور جس انداز میں دینی و اخلاقی قدروں کا مضحکہ اڑا رہے ہیں اخبارات میں ان کی روداد آئے دن پڑھنے میں آ جاتی ہے۔ اسلام پسند طبقوں کی طرف سے احتجاج اور اصلاحی مشورے بھی حکومت کو دئے جاتے رہے ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ الحاد پسند لوگ اخلاق کُش سرگرمیوں کو ترک کرنے پر تیار نہیں ہیں اور وہ پاکستانی عوام کو جنہوں نے پاکستان کو اسلام ہی کے نام پر حاصل کیا تھا ثقافتی کاروائیوں کی آڑ میں اسلام سے دُور کرنے کی کوشش برابر کر رہے ہیں۔ ادارۂ خدام الدین کو شکار پور سے ایک صاحب نے ایسے ہی ثقافتی مظاہر کی روداد ارسال کی ہے۔ مکتوب نگار لکھتے ہیں:ـ

نومبر میں ریڈ کراس ہفتہ کے دَوران شکار پور میں ٹاؤن کمیٹی کی طرف سے مینا بازار کا اہتمام کیا گیا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے مینا بازار کے لئے گورنمنٹ گرلز ہائی سکول کی جگہ کو انتخاب کیا گیا۔ ٹاؤن کمیٹی کی طرف سے جو اشتہار تقسیم کیا گیا تھا اس میں شہر کی خواتین کو زیادہ سے زیادہ آنے کی ترغیب دی گئی تھی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ مستورات کے لئے ہی یہ مینا بازار قائم کیا گیا ہے۔ اور اس میں پردہ کا کافی انتظام ہوگا۔ لیکن مینا بازار میں جو اسٹال قائم کئے گئے تھے ان میں عورتوں کی بجائے مردوں کو شامل کیا گیا جس کی وجہ سے بڑی بدنظمی پیدا ہو گئی۔ دکانوں

(باقی صـ۱ پر)

۲۷ رشعبان المعظم ۱۳۸۷ھ بمطابق ۳۰ رنومبر ۱۹۶۷ء

بہترین آدمی وہ ہے جس کے نیک اعمال زیادہ ہیں

اور

بہترین عمل ذکر اللہ سے زبان کو تر رکھنا ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

مرتبہ: خالد سلیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم پر اللہ تعالےٰ کے بیحد حساب احسانات اور انعامات ہیں۔ دنیا کی صحت و تندرستی رزق وغیرہ کی نعمتیں الگ رہیں۔ سب سے بڑی نعمت یہ ہے۔ کہ ہمیں انسان بنایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرما کر ایمان و اسلام کی دولت نصیب فرمائی۔ یہ مزید احسان وفضل ہے کہ شرک و کفر سے بچا کر عقائد صحیحہ عطا فرمائے۔ اور اپنے فضل و کرم سے ہمیں تھوڑی بہت عبادت و ذکر کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور مزید عبادت کی توفیق عطا فرمائے۔

اگر عبادت کرنا ہم پر فرض نہ ہوتا تب بھی ہم پر احسان کا بدلہ احسان کے اصول پر فرض عائد ہوتا کہ ہم اپنے محسن کا گن گائیں۔ جس ذات نے ہمیں صحت و تندرستی اور رزق جیسی نعمتیں عطا کی ہیں۔ اس کی عبادت کریں۔ اس کی کثرت سے یاد کریں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ حضرات کو نیک اعمال اور عبادت کے لئے قبول فرمایا ہے۔ آپ اس کے احسان مند رہیئے۔ اور زیادہ اللہ کی عبادت کریں۔ اس کے آگے گڑگڑائیں گناہوں کی معافی مانگیں، کیونکہ جتنا درخت کو پھل زیادہ لگتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کی شاخیں جھکتی ہیں، تو جب آپ کے اخلاق میں شستگی پیدا ہو۔ آپ کو نیکی کا پھل لگے۔ عبادت و ذکر اللہ کی توفیق نصیب ہو، تو خودنمائی اور اکڑ پن کی بجائے آپ میں عجز و انکساری و عاجزی آنی چاہیئے۔ اپنی کمزوریوں کا مزید احساس ہونا چاہیئے۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے، کہ میں نے اپنے گناہوں کا ایک سائن بورڈ تیار کر رکھا ہے۔ میں اپنے آپ سے کہتا ہوں، کہ اے احمد علی! اپنے آپ کو پہچانو یہ ہیں تمہارے گناہ، اللہ تعالےٰ کی غفاری اور ستاری ہے کہ تمہارے گناہ ڈھانپ دئے گئے ہیں۔ اگر دنیا کو پتہ چل جائے تو لوگ تمہارے منہ پر تھوکیں بھی نہ۔ اللہ اللہ کیا شان ہے اللہ والوں کی۔ اپنے آپ کو بارگاہِ الٰہی میں انتہائی گناہ گار سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حضرتؒ کا حال یہ تھا کہ کئی لاکھ مرتبہ روزانہ اللہ اللہ کرتے۔ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے درس و تدریس فرماتے۔ سارا دن تبلیغ دین فرماتے۔ لوگوں کو اللہ اللہ کرنے کا طریقہ سکھاتے۔

غرض ان کا کوئی لمحہ اللہ تعالےٰ کی مرضی و منشا کے خلاف نہ گزرتا تھا۔ پھر بھی اپنے آپ کو انتہائی کمزور اور گنہگار تصور فرماتے تھے۔ اب ہم اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ ہماری کرتوتیں کیا ہیں۔ ہم کتنی عبادت و ذکر کرتے ہیں۔ اور جب کبھی تھوڑی سی عبادت کرنی شروع کر دی۔ کچھ اللہ اللہ کرنا شروع کر دیا تو پھر آسمان سر پہ اٹھا لیتے ہیں۔ کہ ہم نیک ہو گئے ہیں جنّت ہم پر فرض ہو گئی ہے۔ بجائے اس کے کہ اور زیادہ نیکی کے کام کریں۔ اپنی کمزوریوں کو دُور کریں اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کو صحیح طور پر ادا کریں۔ غرور و تکبّر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

محترم حضرات! ہم سب کو اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو اپنانا چاہیئے۔ غفاری و ستاری کی صفات اپنے اندر پیدا کرنی چاہیئے۔ اپنی غلطیوں کی طرف نظر ہو۔ دوسروں کی غلطیوں اور کمزوریوں کو درگزر کریں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ایک جماعت بغیر حساب و کتاب جنت میں جائے گی۔ اس لئے حضرتؒ کثرت سے یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْنَا الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَاب

جمعہ خطبہ

۵ر رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ مطابق ۸ر دسمبر ۱۹۶۷ء

رمضان المبارک کے سارے مہینے کو حقیقی معنوں میں

نزولِ قرآن کا جشن اور یادگار ثابت کیجئے

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ؕ

ترجمہ

رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا لوگوں کے واسطے ہدائت اور ہدائت کی روشن دلیلیں اور (حق کو باطل سے) جُدا کرنے والا ہے۔ سو تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پائے تو اس کے روزے ضرور رکھے۔

بزرگان محترم!

اس آیت مبارکہ کے اندر رمضان المبارک کے روزے مقرر کرنے کی خصوصیات اور وجہ بیان کی گئی ہے اور وہ ہے اس ماہ مقدس میں نزول قرآن پاک۔

چنانچہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اے مسلمانو! تم اپنے روزے ماہ رمضان المبارک میں رکھا کرو۔ یہ تمہارے لئے ایک مبارک مہینہ ہے کیونکہ وہ قرآن جس میں لوگوں کی رہنمائی کے قوانین سیدھے سادھے احکام، حق و باطل میں تمیز کرنے والے اصول واضح کئے گئے ہیں۔ اسی مہینے میں نازل کیا گیا تھا۔ پس اسی مہینے میں روزے رکھو تمہیں برکت حاصل ہو گی۔

دوسرے الفاظ میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ رمضان المبارک میں چونکہ اللہ کا کلام نازل ہوا تو حق تعالےٰ شانہٗ نے اس کی یادگار قائم رکھنے کے لئے اس میں روزے فرض کر دیئے

کلام اللہ نوعِ انسانی کیلئے مکمل ضابطۂ حیات اور کامل ترین ہدایت نامہ ہے تو روزے زندگی کو پاکیزہ بنانے کا ذریعہ ہیں۔ پس مبارک ہیں وہ لوگ جو رمضان پائیں اور روزے مکمل رکھیں اور روح روزہ کو بیدار کرکے متقین کی فہرست میں شامل ہو جائیں۔

روزہ کا دستور ہر قوم میں موجود تھا

محترم حضرات!

دنیا کی ہر قوم میں روزہ کا دستور موجود تھا۔ نیز تمام صحائف آسمانی اور کتب آسمانی رمضان المبارک میں ہی نازل ہوئیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ صحفِ ابراہیمی اور تورات و انجیل سب کا نزول رمضان ہی میں ہوا ہے اور قرآن شریف بھی رمضان کی چوبیسویں تاریخ میں لوح محفوظ سے اوّل آسمان پر سب ایک ساتھ بھیجا گیا۔ پھر تھوڑا تھوڑا کرکے مناسب احوال آپ پر نازل ہوتا رہا اور ہر رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل شدہ قرآن آپ کو مکرر سُنا جاتے تھے۔ اور ان سب حالات سے قرآن کریم اور رمضان المبارک کی مناسبت اور رمضان المبارک کی فضیلت واضح ہوئی ہے اور اسی لئے اس ماہ مقدس میں تراویح مقرر ہوئی۔ پس اس مہینے میں قرآن کریم کی خدمت خوب اہتمام سے ہونی چاہیے اور اس مہینے کی فضیلت کے پیش نظر اس مہینے میں روزے رکھنے چاہئیں۔ پھر یہ کوئی نئی بات بھی نہیں سابقہ امم بھی روزے رکھتی رہی ہیں اور یہ دستور ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ روزے کے تصوّر اور رواج کی تفصیلات اگرچہ مختلف اقوام میں مختلف ہیں لیکن اصل بہرحال ہر قوم میں موجود ہے۔

روزوں کے فضائل

روزوں کے فضائل بے شمار ہیں۔ ان سے صحت و تندرستی پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔ پیٹ بھر کے کھانے والوں اور فاقہ کاٹنے والوں میں برابری پیدا ہوتی ہے اور اس طرح درس مساوات تازہ ہوتا ہے۔ امیر لوگ غریبوں کی حالت سے عملی طور پر باخبر ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں شفقت و رحم کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ باہمی میل محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ روحانی قوتوں میں ترقی ہوتی ہے۔ حیوانی خواہشوں پر پابندی ہونے کے باعث ملکیت کا جذبہ ابھرتا ہے۔ خدا ترسی کی صفت انسان کے اندر مضبوط ہو جاتی ہے۔ اور خدا کے ہر جگہ اور ہمہ وقت حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ پوری طرح دل و دماغ میں راسخ ہو جاتا ہے۔

مثلاً گرمی کے موسم میں پیاس کی شدّت ہے۔ مکان میں ٹھنڈا پانی موجود ہے اور دیکھنے والا بھی کوئی نہیں لیکن روزہ دار پانی نہیں پیتا۔ کیوں؟ محض اس لئے کہ وہ محسوس کرتا ہے اور اس کا ایمان ہے کہ اللہ تعالےٰ جل شانہٗ مجھے دیکھ رہا ہے اور وہ اپنی قدرت کاملہ سے ہر جگہ اور ہر گھڑی موجود ہے اس تصوّر سے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے حکم کی عزت روزہ دار کے دل میں گھر کر جاتی ہے اور دوسری کوئی طاقت اس پر غالب نہیں آسکتی۔

اب صاف ظاہر ہے کہ جب رمضان المبارک میں روزہ کے ذریعہ روزہ دار نے اپنے آپ کو خدا کے حکم سے جائز، حلال اور پاکیزہ خواہشات کو بھی چھوڑنے کا عادی بنا لیا۔ تو حرام، ناجائز اور بُری عادتوں کے چھوڑنے میں اسے کوئی دقت محسوس نہ ہوگی اور یہی وہ اخلاق پاکیزگی ہے جس کا پیدا کرنا روزہ کا حقیقی مقصد ہے۔

حدیث شریف

میں آتا ہے کہ اگر ایک روزہ دار جھوٹ

اُمّہات المومنین کے خلاف

مودودی صاحب کی زبان درازی

علماء کو اس فتنے کے خلاف متحد ہو جانا چاہیئے

مولانا کوثر نیازی

ہفتہ وار "ایشیا" لاہور کی اشاعت ۱۹ر نومبر ۱۹۶۷ء میں "رپورٹنگ کی ذمہ داری ادارہ ایشیا پر ہے" ایسی چھتری کے زیر سایہ اور تفہیم القرآن کے زیر عنوان مولانا مودودی کے کچھ اور خیالات سامنے آئے ہیں۔ مولانا قرآن حکیم کی ان آیات کی تفسیر فرماتے ہیں جن میں حق تعالٰی نے ازواج مطہرات کو تنبیہ کی ہے اور ان کے وسیلے سے مسلمان عورت کے سامنے ایک واضح اور صاف نصب العین رکھا ہے جس تک پہنچنے کی پر خلوص کوشش ہر مسلمان عورت کا مذہبی فریضہ ہونا چاہیئے ہمارے نزدیک قرآن حکیم کی ان آیات کا ہرگز یہ مفہوم نہیں ہے کہ ان کی تشریح و تفسیر کرتے وقت کوئی مسلمان ازواجِ مطہرات کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کرے جو امت کی ماؤں کے شایان شان نہ ہوں یا جن کو پڑھتے وقت کوئی مسلمان یہ محسوس کرے کہ وہ سوئے ادب کا مرتکب ہوا ہے کسی طور پر بھی قرآن کی کسی آیت کا یہ مفہوم نہیں ہو سکتا اور قرآن حکیم اپنے کسی مفسّر یا شارح کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ روایت یا کسی تفصیل کا سہارا لے کر ان کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے یا لکھے۔ ہم کسی امتی کو خواہ وہ کوئی بھی کام کر رہا ہو۔ اس بات کا حقدار نہیں سمجھتے اور ہمارا پختہ ایمان ہے کہ قرآن کے مفہوم کو کتنا بھی توڑ مروڑ لیا جائے، اس حق کا جواز بہرحال نہیں مل سکتا۔

لیکن مولانا مودودی اس جسارت کو حق کے طور پر استعمال کرنے پر اصرار کرتے ہیں اس سے قبل وہ روایات کا سہارا لے کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوئے اور انہوں نے پوری امت مسلمہ کے جذباتِ احترام کا مذاق اڑایا اور ان کے دلوں کو تکلیف دی اب یہی مودودی صاحب روایات کا سہارا لے کر امہات المومنین کی شان میں زبان کھولتے ہیں اور ایک دفعہ پھر ہمارے جذبات کو مجروح کرتے ہیں۔ ان مقدس اور برگزیدہ ہستیوں کے متعلق مودودی صاحب کے الفاظ مطبوعہ ایشیا ملاحظہ ہوں۔

بخاری و مسلم اور دوسری کتب حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ میں نے خود حضرت عمر رضؓ سے پوچھا تھا کہ اس آیت میں جن دو ازواج کا ذکر ہے اس سے مراد کون سی ازواج ہیں اور انہوں نے بتایا کہ وہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ تھیں پھر انہوں نے اس کا تفصیلی واقع بیان فرمایا کہ یہ دونوں

واضح رہے کہ مولانا مودودی حدیث کے الفاظ نقل نہیں کر رہے حدیث کا یہ مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کر رہے ہیں۔ مولانا مودودی صاحب کے الفاظ ہیں۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے
میں کچھ زیادہ جری ہو گئی تھیں اور
حضور سے زبان درازی کرنے لگی تھیں

حتّٰی کہ ایک مرتبہ حضور ناراض ہو کر اپنے حجرہ مبارک میں گوشۂ نشین ہو گئے تھے اور مدینہ میں یہ خبر مشہور ہو گئی تھی کہ آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے لیکن دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ طلاق نہیں دی تھی۔ بلکہ صرف ایلاء کیا تھا حضرت عمر رضؓ کی اس تشریح سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں انہی دونوں بیویوں کو تنبیہ فرمائی گئی ہے۔ ارشاد ہوا کہ ان تتوبا اگر تم توبہ کرو تو تمہاری بھلائی اسی میں ہے فقد صغت قلوبکما کیوں کہ تمہارے دلوں میں خرابی پیدا ہو گئی ہے یعنی تم رسول کے مقابلے میں زبان درازی کی جرأت کرنے لگی ہو۔ وان تظاھرا علیہ۔ اگر تم دونوں نے رسول کے مقابلے میں جتھا بندی کر لی تو یہ خوب سمجھ لو کہ رسول کا مولٰی اللہ ہے۔ تمام صالح مومنین رسول کے ساتھ ہیں تمام ملائکہ رسولؐ کے ساتھ ہیں۔

ہم علمائے اسلام کی توجہ بالخصوص مندرجہ ذیل فقروں کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں جو امہات امت کے بارے میں کہے گئے اور ایک ایسی روایت کے الفاظ کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا جو بہرحال حرف آخر نہیں۔

"رسول کے مقابلے میں جری ہو
گئی تھیں۔

"زبان درازی کرنے لگی تھیں۔

ان فقروں کو غور سے پڑھیئے اور پھر قرآن حکیم کے اس حکم پر نظر ڈالئے جس میں کہا گیا ہے کہ:

"اے ایمان والو! اپنی آواز رسولؐ کی آواز سے بلند نہ کرو۔
ورنہ تمہارے اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے"

سوال پیدا ہوگا کہ اس حکم کی موجودگی میں اگر امہات المومنین "خاکم بدھن" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں "جری ہو گئی" تھیں "زبان درازی" کرنے لگی تھیں تو ان کے اعمال جوں کے توں کیسے رہ گئے؟ اور ان کو امہات المؤمنین کا درجہ بلند کیسے عطا ہو گیا؟ اور ان کو یہ رتبہ کیسے ملے گا جس کا ذکر خود مودودی صاحب اسی بیان میں آگے چل کر کرتے ہیں؟ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہیں امہات المومنین ہیں جن کا مقام صحابہ کرام سے بھی بلند تر ہے کیوں کہ صحابہ میں سے کسی کو امت کا باپ نہیں کہا گیا اور ان کو امت کی مائیں قرار دیا گیا خود صحابہ پر بھی ان کا احترام ماں کی طرح کرنا واجب تھا۔

اس نکتے پر بحث مولانا صاحب کی تضاد بیانی کے شاہکار کے اردگرد مرکوز ہو جائے گی لیکن ہم ایک سیدھی سی بات پوچھتے ہیں۔ اگر انہی فقروں کی وجہ سے کوئی مولانا صاحب کو زبان درازی کا تمغہ دے دے تو کیا مولانا صاحب کی عزت نفس اسے برداشت کر سکے گی یا کیا مولانا صاحب کے حواری اسے بخشنے کی فراخدلی کا ثبوت دے سکیں گے؟ اور کیا اس کے جواب میں وہ یہ تسلی بخش جواب دیں گے کہ۔

در اصل لوگوں کی کم فہمی ہے کہ وہ بزرگوں کی بزرگی اور فضیلت کا ایسا مفہوم سمجھ بیٹھے ہیں جو نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث سے نہ اہل علم نے کبھی اس کا یہ مفہوم لیا ہے۔ یہ لوگ بسا اوقات اسی طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ گویا ان بزرگوں سے کبھی غلطی نہیں ہوئی۔ حالانکہ ان سے غلطیاں صادر ہونے کا شاہد تو خود قرآن ہے۔ اس

(باقی صـ۱۷)

تفسیر احکامِ صیام

عبدالرحمٰن لودھیانوی شیخوپورہ

بحوالہ کتاب وسُنت

حکمت روزہ

روزہ سے پہلے قصاص کا حکم دیا گیا تھا جو حیات دنیوی کا مُوجب ہے اب روزہ رکھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ جو حیاتِ ابدی کا ذریعہ ہے۔ روزہ سے انسان کی مادی قوتیں کمزور ہوجاتی ہیں اور روحانی قوت غالب آ جاتی ہے جس کی وجہ سے دل میں نورُ مادہ سے تجرّد اور کثافتِ جسمانی سے پاکیزگی پیدا ہو جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ روزہ دار کی روح کو اس خاکی جسم کے چھوڑنے کے بعد حیات ابدی حاصل ہوتی ہے۔

ارشادِ باری تعالےٰ کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں تم پہ روزہ رکھنا فرض کر دیا گیا ہے تمہارے واسطے لازم ہے کہ دن بھر کھانے، پینے اور لذتِ جنسی حاصل کرنے سے صرف رضا جوئیٔ خالق کی نیت سے رُکے رہو۔ یہ بھی مناسب ہے کہ جس قدر تمہارے شہوانی اور غضبی قوتوں کے ناجائز تقاضے ہیں۔ ان سے بھی کنارہ کش رہو۔ جھُوٹ، غیبت، افترا (بہتان)، ایذا رسانی، چوری، قمار بازی، غصّہ غضب، انتقام اور فحش گوئی وغیرہ سے پرہیز رکھو۔ ذکر و فکر میں اپنے نفس کو روکے رکھو۔ اور یہ روضہ کی فرضیّت صرف تم پر ہی نہیں بلکہ تم سے پہلے جتنی اُمتیں گذری ہیں سب پر روزہ فرض تھا۔ یہ الفاظ تاکیدِ حکم اور لوگوں کو ترغیب دینے اور نفوسِ انسانی کو روزہ سے مانوس کرنے کے لیے کہے گئے ہیں تاکہ لوگ روزہ رکھنے کی کوشش کریں۔

مقصدِ روزہ

تم کو روزہ کا حکم اس لیے دیا گیا ہے۔ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ط کہ تم متقی بن جاؤ، تمہاری نفسانی خواہشات کا زور ٹوٹ جائے بدن کا تزکیہ اور قلب کی طہارت ہو جائے شیطان کے راستے بند ہو جائیں اور ہر قسم کے گناہ سے تم محفوظ رہ سکو۔ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ، اور یہ بھی خیال نہ کرو کہ روزہ ہمیشہ تم کو رکھنا پڑے گا۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ روزہ رکھنے کا حکم چند معدود (گنتی کے) دنوں کے واسطے ہے۔ پس چند مقررہ ایام میں رکھنا ہے اور باقی سال میں بے روزہ رہنا۔ پورے سال بھر روزہ رکھنے کا حکم نہیں ہے۔ فقط رمضان کے روزے رکھنے کافی ہیں۔ لیکن اس میں بھی یہ سہولت ہے کہ اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو اور وہ روزہ نہ رکھ سکتا ہو یا روزہ رکھنے سے مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہو یا مسافر ہو تو رمضان کے روزے نہ رکھے۔ بلکہ اتنے ہی دن دوسرے وقت میں رکھ لے۔ مریض تندرست ہوجائے تو رکھ لے اور مسافر اپنے گھر آ جائے تو اس فرض کو ادا کرے اور اس سے بڑھ کر سہولت یہ ہے۔ جو شخص روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ کمزور اور بوڑھا ہو تو روزہ رکھنا لازم نہیں بلکہ ایک فقیر کو دو وقت کھانا کھلا دے۔ یہ اس کے روزہ کا بدلہ ہو جائے۔ روزہ رکھنا تمہارے لیے بہت اچھا ہے۔ اگر تم اس کی فضیلت، خوبی فوائد جسمانی اور رُوحانی کا علم ہو جائے تو تم ضرور روزہ ہی کو پسند کرو گے لہذا روزہ ہی رکھنا چاہیئے۔

ماہ رمضان کے روزہ رکھنے کی اس لیے خصوصیت ہے کہ اسی ماہ میں قرآن نازل کیا گیا ہے۔ جو لوگوں کو راہ راست دکھانے والا، حق و باطل میں تفریق و تمیز کرنے کے کھُلی کھُلی علامات اور واضح دلائل کا حامل ہے۔ یہ شرافت ماہِ رمضان ہی کو حاصل ہے۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ پ۲ سورہ بقرہ آیت ۱۸۵ جو شخص رمضان شریف کے مہینہ کو پائے اس پر پورے رمضان شریف کے روزے رکھنے فرض ہیں۔ بیمار یا مسافر قضا کرے ان احکام میں نرمی صرف اس وجہ سے ہے کہ خدا تعالےٰ تم کو مشقت اور دشواری میں ڈالنا نہیں چاہتا ہے بلکہ تمہاری سہولت اور آسانی اس کو مقصود ہے۔ مرض یا سفر کی وجہ سے جو روزے قضا ہو گئے ہوں ان کی تعداد کو ملحوظ رکھو تاکہ اسی گنتی کے موافق قضا روزے رکھ سکو اور قضا شدہ روزوں کی تعداد کو پورا کر سکو۔ خدا تعالیٰ نے قضا کا حکم تو تم کو دے دیا اور مرض یا سفر کی وجہ سے روزہ ترک کرنے کی اجازت دیدی اور پھر اسی تعداد کے موافق قضا روزے رکھنے کا قاعدہ تم کو بتا دیا تاکہ تم خدا تعالےٰ کی حمد و ثناء کرو اور اس کی عظمت و ربوبیت کا اقرار کرو۔

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ہ تاکہ تم اللہ تعالےٰ کا شکر کرو۔ دل و زبان سے اس کی تعریف کرو۔ زبان کو اس کی تعریف میں مشغول رکھو۔ اعضاء سے اس کی اطاعت و فرمان پذیری کرو اور دل سے اس کی تصدیق کرو۔

خلاصہ آیات

شروع اسلام میں ہر ماہ تین دن یعنی ایامِ بیض کا روزہ رکھنا فرض تھا نیز عاشورہ کا روزہ بھی ہر سال لازم تھا اس کے بعد رمضان کے روزے فرض ہوئے اور جو روزے پہلے فرض تھے بعد کو وہ سنت رہ گئے لیکن اس میں بھی آسانی رکھی گئی تھی جو شخص بہت بوڑھا ہو یا ایسا بیمار ہو کہ صحت کی توقع نہیں رہی تو اس لئے فی روزہ ایک مسکین کو پیٹ بھر کر کھلانے کا حکم اب بھی باقی ہے اس سے اسلامی احکام کی مساوات دل پسندی اور برابری کا پتہ چلتا ہے فقراء و مساکین کے ساتھ ہمدردی کا لطیف اشارہ ہے۔ مادی قوتوں کے زور توڑنے کی نادر تلمیح ہے۔ روزہ تمام الہامی شریعتوں کا جُزوِ لازم ہے اسکی صراحت کرکے مسلمانوں کے لئے تسکین خاطر اور طمانیت قلبی کے مواد کی فراہمی، رمضان کی حرمت، برکت اور کرامت کا اظہار، قرآن کی عظمت اور عزّت کی تصریح، اور اس بات کا ضمناً بیان کرنا کہ قرآن حق و باطل میں تمیز کرنے والا بھولے ہُوؤں کو راہ راست دکھلانے والا ہے۔ اسکے اندر حقیقت بین نظر رکھنے والوں کے لئے وہ واضح دلائل اور کھُلے معجزات و نشانات ہیں جو بصیرت کوش اور ہدایت طلب لوگوں کیلئے چراغ راہ بن سکتے ہیں۔

عُلمائے مفسّرین نے لکھا ہے کہ ابتدائے اسلام میں روزہ دار کے لئے کھانا پینا اور تعلقاتِ جنسی سے بہرہ اندوز ہونا عشاء کی نماز پڑھنے اور سونے سے قبل قبل جائز تھا۔ لیکن عشاء کی نماز پڑھنے اور سو جانے سے یہ چیزیں ممنوع قرار پائی تھیں خدا تعالےٰ نے دوسری آئت میں صبح صادق تک کھانے، پینے، اور جنسی تعلقات کی اجازت دے دی ہے روزہ کی شب میں بیوی سے قرابت حلال کر دی گئی ہے۔ کیونکہ عورتیں مردوں کا لباس ہیں اور مرد عورتوں کا، عورتیں، مردوں کے لئے پردہ پوش ہوتی ہیں۔ اور مرد عورتوں کے لئے خدا کو معلوم ہے کہ تم آپس

میں مخفی طور پر ملا کرتے تھے اور خود اپنا نقصان کرتے تھے۔ خیر خدا نے تم پہ عنایت کی اور تمہاری گذشتہ غلطیوں سے درگزر فرمائی۔ اب تم عورتوں سے قربت کر سکتے ہو نہ صرف اپنی خواہش نفسانی پوری کرو بلکہ جماع سے اصل مقصود طلب اولاد ہونی چاہیئے۔

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ پ۲ سورہ بقرہ آیت ۱۸۷۔

اور اس وقت تک کھاؤ جب تک صبح صادق کا سفید ڈورا رات کے سیاہ ڈورے سے نمودار نہ ہو جائے۔ یعنی افطار کے بعد سے صبح تک کھاؤ پیو۔ اس آیت سے سحری کھانے کا استحباب ظاہر ہوتا ہے کیونکہ کھانے پینے کی اجازت صبح صادق نمودار ہونے تک دی گئی ہے اور سحری کھانے میں بھی بالکل آخری وقت کھانے کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی رخصت و اجازت سے فائدہ اٹھانا مستحب ہے۔

جب صبح صادق ہو تو کھانا پینا ترک کر دو اور روزہ رکھ لو پھر روزہ کو شام تک قائم رکھو جونہی آفتاب غروب ہو جائے روزہ افطار کر لو۔ افطار میں جلدی کرنا بہتر ہے، صوم وصال منع ہے اور بحالت اعتکاف عورتوں کی قربت سے ممانعت کر دی گئی۔ (تفسیر بیان السبحان)

روزہ رکھنے کے حکم کا مقصود یہ ہے کہ آپ کے اندر خدا کا خوف اور خدا کی محبت پیدا ہو اور آپ کے اندر اتنی طاقت پیدا ہو جائے کہ جس چیز میں دنیا بھر کے فائدے ہوں مگر خدا ناراض ہوتا ہو اُس سے آپ اپنے نفس پر جبر کر کے بچ سکیں اور جس چیز میں ہر طرح کے خطرات اور نقصانات ہوں مگر خدا اُس سے خوش ہوتا ہو اُس پر آپ اپنے نفس کو مجبور کر کے آمادہ کر سکیں۔ یہ طاقت اسی طرح پیدا ہو سکتی تھی کہ آپ روزے کے مقصد کو سمجھتے اور مہینہ بھر تک آپنے خدا کے خوف اور خدا کی محبت میں اپنے نفس کو خواہشات سے روکنے اور خدا کی رضا کے مطابق چلانے کی جو مشق کی ہے اس سے کام لیتے مگر آپ تو رمضان کے بعد ہی اس مشق کو اور ان صفات کو جو اس مشق سے پیدا ہوتی ہیں اس طرح نکال پھینکتے ہیں جس طرح کھانا کھانے کے بعد کوئی شخص انگلی ڈال کر قے کر دے جس طرح روٹی سے جسمانی طاقت اُسوقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک وہ معدے میں جا کر ہضم نہ ہو اور خون بنکر جسم کی رگ رگ میں نہ پہنچ جائے اسی طرح روزہ سے بھی روحانی طاقت اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ آدمی روزہ کے مقصد کو نہ سمجھے اسی لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ تم پر روزہ اس لئے فرض کیا گیا ہے تاکہ پرہیزگار اور متقی بن جاؤ۔

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا حال خدا اور بندہ کے سوا کسی دوسرے پر نہیں کھل سکتا۔ روزہ کی اس حیثیت کو سامنے رکھو پھر غور کرو جو شخص حقیقت میں روزہ رکھتا ہے اور اس میں چوری چھپے بھی کچھ نہیں کھاتا پیتا۔ سخت گرمی کی حالت میں بھی جبکہ پیاس سے حلق خشک ہو۔ پانی کا ایک قطرہ حلق سے نیچے نہیں اُتارتا۔ سخت بھوک کی حالت میں بھی جبکہ آنکھوں میں دم آرہا ہو کوئی چیز کھانیکا ارادہ نہیں کرتا اُسے اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے میں کتنا ایمان ہے کسقدر زبردست یقین کے ساتھ وہ جانتا ہے کہ اسکی کوئی حرکت چاہے ساری دُنیا سے چھُپ جائے مگر اللہ سے نہیں چھُپ سکتی۔ کیسا خوف خدا اُس کے دل میں ہے کہ بڑی سے بڑی تکلیف اُٹھاتا ہے۔ مگر صرف اللہ کے ڈر سے کوئی ایسا کام نہیں کرتا جو اُسکے روزہ کو توڑنے والا ہے کس قدر مضبوط اعتقاد ہے؟

اس طرح اللہ تعالےٰ ہر سال کامل ایک مہینہ تک مسلمان کے ایمان کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور اس آزمائش میں جتنا جتنا آدمی پورا اُترتا جاتا ہے اتنا ہی اُس کا ایمان مضبوط ہوتا جاتا ہے۔ یہ گویا آزمائش کی آزمائش ہے۔ اور ٹریننگ کی ٹریننگ۔

روزہ کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ طویل مُدّت تک شریعت کے احکام کی تعمیل کراتا ہے۔ نماز کی مدّت ایک وقت میں چند منٹ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ زکوٰۃ ادا کرنے کا وقت سال بھر میں صرف ایک وقت آتا ہے اور وہ بھی صرف مالداروں کیلئے، حج میں البتہ لمبی مُدّت تو ہوتی ہے مگر اس کا موقعہ عمر بھر میں صرف ایک دفعہ آتا ہے ان سب کے برخلاف روزہ ہر سال پُورے ایک مہینہ تک شب و روز شریعت محمدؐی کے اتباع کی مشق کراتا ہے ہر سال کامل مہینہ بھر صُبح سے شام تک اور شام سے صُبح تک مسلمانوں کو فوجی سپاہیوں کی طرح پورے قاعدے اور ضابطے میں رکھا جاتا ہے اور پھر گیارہ مہینے کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے تاکہ جو تربیّت اس نے حاصل کی ہے اس کے اثرات ظاہر ہوں اور جو کمی پائی جائے پھر دوسرے سال کی ٹریننگ میں پوری کی جائے۔

اس حکم نے انفرادی عبادت کو اجتماعی عبادت بنا دیا۔ ایک ایک شخص کے روزہ رکھنے سے جو اخلاق اور رُوحانی فائدے ہو سکتے ہیں لاکھوں کروڑوں آدمیوں کے مل کر روزہ رکھنے سے وہ لاکھوں کروڑوں گُنا بڑھ جاتے ہیں۔ رمضان کا مہینہ پُوری فضا کو نیکی اور پرہیزگاری سے بھر دیتا ہے پُوری قوم میں تقویٰ کی کھیتی سرسبز ہو جاتی ہے ہر ایک کے دل میں یہ خواہش اُبھرتی ہے کہ کچھ بھلائی کا کام کرے کسی غریب کو کھانا کھلائے۔ کسی ننگے کو کپڑا پہنائے۔ کسی مصیبت زدہ کی مدد کرے۔ کسی جگہ اگر کوئی نیک کام ہو رہا ہو تو اُس میں حصہ لے۔ نیکی اور تقویٰ کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے اور بھلائیوں کے پھیلنے پھولنے کا موسم آجاتا ہے۔

فضائل روزہ

روزہ انسانی اخلاق کو بلندی بخشتا ہے۔ نفس پرستی سے روکتا ہے مفلسوں ناداروں کی بھوک پیاس کا احساس دلاتا ہے۔ روزہ سے انسان کو اللہ کی نعمتوں کی قدر ہوتی ہے اس سے انسان سخت جان بنتا ہے مشکل اوقات کو صبر و قناعت سے گزارنے کا عادی بن جاتا ہے روزہ صرف منہ ہی کا روزہ نہیں ہے۔ بلکہ جسم کے ہر عضو کا روزہ ہے یعنی زبان کو ہر بری بات غیبت چغلی سے باز رکھا جائے ہاتھ کو چوری سے روکا جائے، پاؤں کو گمراہی کی طرف جانے اور دل کو نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے سے بچایا جائے۔

دِلوں میں خلوص، رحم اور پاکیزگی پیدا کرنے کا نہایت عمدہ ذریعہ ہے۔ چونکہ روزہ میں ریا نہیں ہوتا اس لئے اس کا بہت بڑا درجہ ہے کھانے پینے میں احتیاط رکھتے ہوئے صحت کو عمدہ بنانے اور بیماریوں سے بچنے کیلئے بھی روزہ بہت مفید ہے۔

ارشاداتِ نبوی

آدمی کا ہر عمل خدا کے ہاں کچھ نہ کچھ بڑھتا ہے ایک نیکی دس گُنی سے سات سو گُنی تک پھلتی پھولتی ہے مگر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ روزہ اس سے مستثنیٰ ہے وہ خاص میرے لئے ہے اور میں اس کا جتنا چاہتا ہوں بدلہ دیتا ہوں۔ مسلم

(باقی صفحہ [illegible] پر)

اکلِ حلال کی اہمیت

تقریر:- حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب ——— ضبط و تحریر:- محمد عثمان غنی بی۔اے واہ کینٹ

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہٗ تعالیٰ نے ۱۲ر دسمبر ۱۹۶۷ء سحری کے پروگرام میں ریڈیو پاکستان لاہور سے جو تقریر بہ عنوان "اکلِ حلال کی اہمیت" ارشاد فرمائی۔ اس کو قارئینِ خدام الدین کے مطالعہ کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ: فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ۔ (الآیہ) (البقرہ ع۲۳)

ترجمہ:- اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔

انسان کی شرافت و نجابت کا دار و مدار اس کے اخلاق و عادات پر ہے۔ اخلاقِ عالیہ کی بدولت انسان دوسروں کی نگاہوں کا تارا بنتا ہے اور بدخلقی سے ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصدِ جلیل بھی مخلوق کے اخلاق کی درستی اور عادات و اطوار کی راستی ہے اور اسی مقصد کی تکمیل سیدالانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ذریعہ انجام دی گئی اور اخلاقِ حسنہ کو درجۂ کمال تک پہنچایا گیا۔ چنانچہ ارشادِ نبویؐ ہے اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ (میں اسی لئے مبعوث کیا گیا اور بھیجا گیا ہوں کہ میں لوگوں کے اخلاق کو سنواروں) اسی لئے آپ مجسمۂ اخلاق تھے اور آپ نے سیرت و کردار کا وہ بلند معیار دنیا کے سامنے پیش کیا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے کلامِ پاک میں آپ کی تعریف و توصیف ان الفاظ میں ارشاد فرمائی ہے۔ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم ع۲) (بیشک آپ عظیم الشان اخلاق کے مالک ہیں)۔ قرآنِ حکیم نہ صرف حُسنِ اخلاق، صفائیِ معاملات اور خالق و مخلوق دونوں کے حقوق کو بہ حُسن و خوبی انجام دینے کی شد و مد سے تعلیم دیتا ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں پیکرِ علم و عمل کا ایک کامل و اکمل اُسوہ اور نمونہ پیش کرتا ہے۔ ایک صحابی کے دریافت کرنے پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰن (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن کی تفسیر تھے) معلوم ہوا کہ اخلاق کی درستگی اصل شرافت و نجابتِ انسانی اور ایمان کی نشانی ہے اور جس شخص کے اخلاق و عادات درست نہیں اسے صحیح معنوں میں ایمان و اسلام کے دعوے کا حق نہیں۔ ارشادِ نبویؐ ہے اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا (ترمذی) (تم میں سے کامل ایمان والا وہ شخص ہے جو پاکیزہ اخلاق کا مالک ہے)

اخلاقِ رذیلہ سے نجات اور اخلاقِ حسنہ میں کمال نہیں میسر آ سکتا جب تک کہ انسان کا خورد و نوش اور حصولِ رزق شریعت الٰہیہ اور احکامِ قرآنیہ کے مطابق نہ ہو بلکہ دنیا کا نظامِ امن و امان اور عدل و انصاف اسی پر قائم ہے۔ سرِ عنوان تلاوت کردہ آیت میں جو اَکْلُ الْمَالِ بِالْبَاطِلِ یعنی ناجائز ذرائع سے ہتھیائی ہوئی دولت سے منع کیا گیا ہے۔ تو ناحق مال کھانے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً چوری، چکاری، ڈکیتی، لوٹ مار، قمار بازی، عصمت فروشی، گانے بجانے کی اُجرت، شراب کی قیمت، رشوت لینا دینا، جھوٹی گواہی دینا، امانت میں خیانت کرنا، علیٰ ہذا القیاس۔ مذکورہ ناجائز ذرائع سے اگر حصول دولت روا رکھا جائے تو دنیا کا نظامِ امن و امان اور عدل و انصاف درہم برہم ہو کے رہ جائے اور عدل و انصاف کا فطری جذبہ امیدِ موہوم بن جائے۔ اسی لئے شریعت نے تمام اخلاق اور عبادات کے حسن و خوبی کا دار و مدار رزقِ حلال کے اکتساب پر رکھا ہے۔ چنانچہ اولیائے کرام و صوفیائے عظام جو کچھ بھی مجاہدے اور ریاضتیں کرتے کراتے ہیں ان سب کا منشا و مقصد بھی یہی ہے کہ انسان کو ہر قسم کے عیوب اور رذائلِ اخلاق کی گندگیوں سے پاک و صاف کر کے خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ کیا جائے تاکہ نورِ معرفت سے سرشار ہو کر وہ بارگاہِ خداوندی کی حضوری اور حاضری کے لائق ہو سکے اور اس کا صحیح اور احسن طریق یہ ہے کہ انسان اکلِ حلال اور صدقِ مقال کی پابندی کرے۔

معاش کا حاصل کرنا اور اپنی روزی آپ پیدا کرنا اپنی اور اپنے متعلقین کی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنا انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ اسی لئے شریعت محمدیہ میں رزقِ حلال و کسبِ معاش کو حد درجہ اہمیت دی گئی ہے اور بیکاری کو جرم قرار دیا گیا ہے اور معاش کے حلال اور جائز طریقوں کو عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا وجہ سوال کرنے کو بُرا منایا ہے اور ارشاد فرمایا اَلسُّؤَالُ ذِلٌّ (دستِ سوال دراز کرنا نہایت ذلیل حرکت ہے) آپؐ کا ارشاد ہے جو شخص حلال روزی کی جستجو کرے تاکہ سوال کرنے سے محفوظ رہے اور اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضروریاتِ زندگی مہیا کرے، وہ شخص جب بارگاہِ خداوند عزّوجلّ میں پیش ہوگا تو اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا دمکتا ہو گا۔

اس ضمن میں حضرتِ انس رضی اللہ عنہٗ نے ایک عبرت انگیز واقعہ بیان کیا ہے۔ ان کا فرمانا ہے کہ ایک مرتبہ ایک انصاری صحابی بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور اپنی بے بسی تنگدستی اور غربت کا اظہار کیا تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بھائی! تمہارے گھر میں کچھ بھی نہیں؟ اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بس ایک ٹاٹ کا فرش ہے۔ شب باشی کے لئے آدھے کو بچھاتے اور آدھے کو اوپر اُوڑھتے ہیں اور صرف ایک پانی پینے کا پیالہ ہے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دونو میرے پاس لے آؤ۔ حضورؐ نے ان دونو چیزوں کو دو درہم میں نیلام فرما دیا اور اس انصاری کو ارشاد فرمایا کہ ایک درہم کا کھانا دانہ لے لو اور دوسرے درہم کا کلہاڑا خرید کر میرے پاس لے آؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے اس میں لکڑی لگائی اور فرمایا جنگل سے لکڑیاں کاٹ لایا کرو اور پندرہ روز تک مجھے اپنی شکل نہ دکھانا۔ انصاری نے ایسا ہی کیا۔ جب پندرہ روز بعد دربارِ نبویؐ میں حاضر ہوا تو اس کے پاس دس درہم تھے۔ جس سے کچھ کا کپڑا اور کچھ کا کھانا خرید لیا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ محنت و مشقت کے ساتھ روزی کمانا اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ حشر کے روز ذلتِ سوال کی وجہ سے تیرے چہرے پر بدنما داغ ہو۔ (ابو داؤد)۔

نیز ارشاد نبویؐ ہے کہ جنگل سے لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لانا اور اس پر گذرِ اوقات کرنا۔

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

مولانا عاشق الٰہی بلند شہری

امّ المومنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۴)

ایک مرتبہ حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز پر قرآن کرکے بتائی کہ آپ ایک ایک آیت پر ٹھہرتے تھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر ٹھہرتے پھر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پڑھ کر ٹھہرتے۔ پھر اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر ٹھہرتے پھر مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھ کر توقف فرماتے (غرض کہ اسی طرح علیحدہ علیحدہ آیات کرکے پڑھتے تھے۔

حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک پناہ لینے والا بیت اللہ میں آکر پناہ لے گا۔ اس سے لڑنے کے لئے ایک لشکر چلے گا اور وہ لشکر ایک میدان میں پہنچ کر زمین میں دھنسا دیا جاتے گا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو لوگ (اس لشکر میں شریک نہ ہوں گے اور اس لشکر کی چڑھائی کو) بُرا سمجھ رہے ہوں گے کیا وہ بھی (اس میدان میں ہونے کی وجہ سے) ان کے ساتھ دھنسا دئے جائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا اس لشکر کے ساتھ دھنسائے ضرور جائیں گے لیکن قیامت کے روز ہر ایک کا اپنی اپنی نیت پر حشر ہو گا۔

ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حدیث سنائی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعض صحابی ایسے ہیں جن کو اپنی وفات کے بعد نہ میں دیکھوں گا اور نہ وہ مجھے دیکھ سکیں گے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے یہ حدیث نقل کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا کہ خدا کی قسم سچ سچ کہنا کیا میں ان ہی میں تو نہیں ہوں (جن کا ذکر اس حدیث میں ہے) حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ نہیں (تم اُن میں نہیں ہو) لیکن تمہارے علاوہ اور کسی کے متعلق یہ نہ کہوں گی کہ یہ حدیث اس کے متعلق نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا عصر کے بعد دو نفل پڑھتے تھے۔ مروان بن الحکم نے پوچھا کہ آپ یہ نفل کیوں پڑھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی پڑھتے تھے جس کی روایت مجھ سے حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے کی ہے۔ مروان بن الحکم نے تصدیق کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آدمی بھیجا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں میں نے یہ حدیث بیان کی ہے لیکن حضرت امّ سلمہؓ سے سن کر بیان کی تھی۔ جب حضرت امّ سلمہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آدمی پہنچا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول نقل کیا تو بولیں اللہ عائشہؓ کی مغفرت کرے انہوں نے میری بات کا اور مطلب لے لیا میں نے تو یہ کہا تھا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی ہیں اور دوسروں کو منع کر دیا ہے (انہوں نے آدھی بات یاد رکھی)

امر بالمعروف

حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بھی پابند تھیں۔ ایک روز ان کے بھتیجے نے دو رکعت نماز پڑھی چونکہ سجدہ کی جگہ غبار تھا اس لئے وہ صاحبزادے سجدہ کرتے وقت مٹی جھاڑ دیتے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو روکا اور فرمایا کہ یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے خلاف ہے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام (افلح) نے ایسا تھا تو آپ نے فرمایا کہ اے افلح! اپنا چہرہ مٹی میں ملا۔ نماز کے اوقات بعض امراء نے تبدیل کر دئے تھے۔ یعنی مستحب اوقات چھوڑ دئے تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر جلدی پڑھا کرتے تھے اور تم عصر جلد پڑھتے ہو۔

عبادت

حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی عبادت گذار تھیں۔ ہر مہینے میں تین روزے (۱۳-۱۴-۱۵ر تاریخ کو ضرور) رکھتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایک ہار پہن لیا جس میں کچھ سونا بھی شامل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر اعراض فرمایا۔ تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے توڑ ڈالا۔

بچوں کی پرورش

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بچوں کی پرورش فرمائی۔ اور ان کی دینی تربیت کی۔ یہ بچے ان کے پہلے شوہر سے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد سوائے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کسی بھی بیوی سے نہیں ہوئی۔ نہ حضرت امّ سلمہ سے نہ اور کسی بیوی سے۔

حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صاحبزادے حضرت عمر بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں بچّہ تھا۔ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود میں پرورش پاتا تھا۔ ایک مرتبہ جو آپؐ کے ساتھ کھانے بیٹھا تو پیالے میں ہر طرف ہاتھ ڈالنے لگا — آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ بسم اللہ پڑھ کر کھا اور داہنے ہاتھ سے کھا۔ اور اپنی طرف سے کھا۔ (بخاری شریف)

ایک عجیب واقعہ:

ایک مرتبہ حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس کسی نے ہدیۃً گوشت کا ایک ٹکڑا بھیجا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گوشت مرغوب تھا اس لئے حضرت امّ سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خادمہ سے فرمایا کہ اسے گھر میں اندر رکھ دو۔ شاید رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تناول فرمائیں۔ خادمہ نے اس گوشت کو طاق میں رکھ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک سائل آیا اس نے دروازہ

(باقی صـ۱۴ پر)

مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی

حضرت نوح علیہ السلام

(۷)

قرآن عزیز نے کسی نبی اور پیغمبر کی دعوت و تبلیغ کی مدت کا صراحت کے ساتھ اس طرح تذکرہ نہیں فرمایا، جیسا کہ حضرت نوحؑ کے واقعہ میں مذکور ہے۔ لہٰذا آج تقریباً سات ہزار سال قبل کی طویل عمر کے تاریخی شواہد کے اعتبار سے اگر اس کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس کی پوری گنجائش ہے اور اگر تاریخ کی ان شہادتوں کو غیر وقیع مان کر انکار کر دیا جائے تب بھی اس واقعہ کو مخصوص حالات کے زیر اثر ایک عطیہ الٰہی سمجھنا چاہیئے جو ایک رسول اور پیغمبر کی دعوت و تبلیغ کی حکمتوں سے وابستہ ہے۔ حق اور صحیح مسلک یہی ہے اور اس مدت کو گھٹانے کے لئے دور از کار تاویلات کی قطعاً ضرورت نہیں۔

مشہور شاعر ابو العلاء معری اپنے چند اشعار میں یہ بیان کرتا ہے کہ قدیم زمانہ میں دستور تھا کہ لوگ سنہ، عام (سال) بول کر شہر (مہینہ) مراد لیا کرتے تھے۔ اس قول کے پیش نظر بعض مورخین کا یہ خیال ہے کہ حضرت نوحؑ کی تبلیغی خدمات کی عمر اسّی سال ہوتی ہے اور اُن کی کل عمر ڈیڑھ سو سال سے آگے نہیں بڑھتی۔

لیکن یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اگر ابو العلاء کا یہ قول تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ عرب کے کسی غیر معروف حساب کا تذکرہ سمجھا جائے گا کیونکہ قرآن عزیز کے نزول کے وقت عرب کے کسی قبیلہ کے متعلق یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ "سنہ" یا "عام" بول کر "شہر" (مہینہ) مراد لیا کرتے تھے۔ لہٰذا قرآن عزیز کی بیان کردہ تعبیر پر اس قول کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔

نیز سب سے زیادہ قابل غور بات یہ ہے کہ قرآن عزیز نے جس انداز میں اس مدت کا ذکر کیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ تبلیغ نوحؑ کی غیر معمولی مدت کے اظہار کو بہت اہم سمجھ رہا ہے۔ ورنہ قرآن عزیز کی عام سُنّت یہ ہے کہ وہ سخت اہم ضرورت کے بغیر واقعات و حالات کی اس قسم کی جزئیات سے بہت ہی کم تعرض کرتا ہے۔

(۳) بعض مفسرین نے اسرائیلیات (توراۃ و یہود کی روایات) سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طوفانِ نوح سے چالیس سال قبل۔ قوم نوح کی عورتوں کو بانجھ کر دیا تھا تاکہ جدید نسل عالم وجود میں نہ آئے، مگر یہ روایت "غپ شپ" سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اور غالباً اسے اس لئے گھڑا گیا ہے کہ یہ اعتراض پیدا نہ ہو کہ طوفانِ نوح کی صورت میں معصوم بچوں نے کیا قصور کیا تھا کہ وہ بھی لقمۂ اجل ہو گئے۔

ان احتیاط پسند حضرات کو شاید یہ بات فراموش ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کا قانون جس کا نام "عادۃ اللہ" ہے اس بارہ میں کیا ہے؟ ورنہ اُن کو ایسی لایعنی روایت کے بیان کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی جو اکثر یہود کے غلط افکار و عقائد کی مخلوق ہوتی ہیں۔

کائناتِ ہست و بود میں "عادت اللہ" یہ جاری ہے کہ امراض، وبا، طوفان اور زلزلے جیسے امور جب بھی کسی سبب سے نمودار ہوتے ہیں "خواہ وہ عذاب کے لئے ہوں یا عام حالاتِ زندگی کے اعتبار سے کسی خارجی سبب کے ذریعہ ظاہر ہوئے ہوں" تو جس مقام پر وہ نازل ہوتے ہیں وہاں کی آبادی میں نیک و بد، ولی و شیطان، زاہد و عابد اور فاسق و فاجر کے مابین کوئی تمیز نہیں کرتے۔ بلکہ اسباب عادیہ کے زیر اثر مسببات کو وجود میں لانے کے لئے من جانب اللہ مامور ہیں اور دنیوی زندگی کے اعتبار سے ان کی لپیٹ میں ہر وہ انسان آ جاتا ہے جو کسی نہ کسی وجہ سے ان اسباب کا مسبب بن گیا ہے۔

البتہ عالم آخرت کے اعتبار سے یہ امتیاز نمایاں رہتا ہے کہ فاسق و فاجر اور خدا کے دُشمن کے لئے یہ اسباب عذاب الٰہی بنتے اور مطیع و فرمانبردار اور نیک کردار انسان کے لئے موجب سعادت اور درجاتِ عالیہ کا مستوجب ہوتے ہیں۔

کیا ہماری نگاہیں روزمرہ یہ مشاہدہ نہیں کرتیں کہ جب زلزلہ آتا ہے تو نیک و بد دونوں پر یکساں اثر کرتا ہے، وبا پھیلتی ہے تو نیک کردار و بد کردار دونوں ہی اس کی زد میں آ جاتے ہیں اور دونوں کے رشتۂ حیات کے لئے وہ یکساں مہلک ثابت ہوتی ہے۔

البتہ یہ بات فراموش نہ کرنی چاہیئے کہ جب کبھی اس قسم کا عذاب نبی اور پیغمبر کی پیہم نا فرمانی کی وجہ سے کسی قوم پر نازل ہوتا ہے تو پیغمبر کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع دے دی جاتی ہے۔ اور یہ حکم ہو جاتا ہے کہ وہ مع اپنے ان پیروؤں کے جو اسلام کے دامن سے وابستہ ہو گئے ہیں عذاب کی اس بستی سے باہر چلا جائے اور بہانگ دہل یہ کہہ کر جائے کہ یا قوم اس کے لائے ہوئے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر دے ورنہ خدا کے عذاب کو قبول کرے اور اس طرح مومنین اس عذاب کی زد سے محفوظ رہتے ہیں۔

بہر حال مفسرین نے جس احتیاط کی خاطر اسرائیلیات کے اس ذخیرہ سے مدد لینی چاہی ہے وہ قطعاً بے ضرورت ہے۔

پس طوفانِ نوحؑ میں قوم نوحؑ کے مرد و عورت، بوڑھے اور جوان، بچے اور بچیاں سب ہی طوفان کی ہلاکت خیزی کا شکار ہوئے اور دنیا کفر کا وہ حصہ سب ہی برباد کر دیا گیا۔ اب یہ معاملہ خدا کے سپرد ہے کہ جن عاقل و بالغ انسانوں نے نا فرمانی کی تھی اُن کے حق میں یہ دائمی اور سرمدی عذاب بنے اور جو معصوم اور غیر عاقل تھے وہ آخرت کے عذاب سے مامون و محفوظ قرار پائیں۔

(۴) سفینۂ نوحؑ طوفان کے بعد کس

مقام پر ٹھہرا؟ توراۃ نے اس کا نام اراراط بتایا ہے۔

حضرت نوحؑ کی دعوت و تبلیغ اس سرزمین سے وابستہ تھی جو دجلہ اور فرات کے درمیان واقع ہے اور یہ دونوں دریا آرمینیا کے پہاڑوں سے نکلے ہیں اور جدا جدا بہہ کر عراق کے حصۂ زیریں میں آ کر مل گئے ہیں۔ پھر خلیج فارس میں سمندر میں جا گرے ہیں۔ آرمینیا کے یہ پہاڑ ارارط کے علاقہ میں واقع ہیں، اسی لئے توراۃ میں ان کو ارارط کا پہاڑ کہا ہے مگر قرآن عزیز نے اس پورے علاقہ کی بجائے صرف اُس خاص مقام کا تذکرہ کیا ہے جہاں کشتی جا کر ٹھہری تھی، یعنی جودی کا۔ توراۃ کے شارحین کا یہ خیال ہے کہ جودی اس سلسلۂ کوہ کا نام ہے جو ارارط اور جارجیا کے پہاڑی سلسلہ کو باہم ملاتا ہے، اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ سکندر اعظم کے زمانہ کی یونانی تحریرات بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ اور اس تاریخی واقعہ کا تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آٹھویں صدی مسیحی تک اس جگہ ایک معبد اور ہیکل موجود تھا جو "کشتی کا معبد" کہا جاتا تھا۔

(۵) ایک مفسر نے حضرت نوح (علیہ السلام) کے بیٹے کنعان کے نجات نہ پانے کے متعلق لطیف اشارہ کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت نوحؑ جلیل القدر پیغمبر اور مستجاب الدعوات تھے انہوں نے دعاء اور بد دعاء دونوں حالتوں میں خود اپنے بیٹے کو فراموش کر دیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ کافر بیٹے کا تمرد اور اس کی سرکشی، پاداشِ عمل کی صورت میں نمودار ہوئی اور وہ بھی ہالکین کے ساتھ غرقِ دریا ہو کر رہ گیا۔

حضرت نوحؑ (علیہ السلام) نے جبکہ وہ قوم کو راہ راست پر لانے سے عاجز آ گئے تھے سب سے پہلے یہ دعا کی:

ربّ لا تذر علی الارض من الکافرین دیّاراً ○ انّک ان تذرھم یضلّوا عبادک ولا یلدوا الّا فاجراً کفّاراً ○ (نوح)

اے پروردگار تو اس زمین پر کسی بسنے والے کافر کو زندہ نہ چھوڑ اس لئے کہ اگر تو ان کو زندہ چھوڑے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کرتے رہیں گے اور ان کی اولاد کا سلسلہ بھی گمراہی اور کفر ہی پر قائم رہے گا۔

اور یہ قطعاً فراموش کر دیا کہ اس موقع پر کنعان کو مستثنیٰ کر کے اُس کے لئے قبول ہدایت کی دعاء مانگنا چاہیئے یا شاید اس وقت تک ان کو بیٹے کے کفر کا علم ہی نہ تھا۔

دوسری مرتبہ جناب باری میں یہ دعا کی:۔

ربّ اغفرلی ولوالدیّ ولمن دخل بیتیَ مؤمناً وّ للمؤمنین و المؤمنٰت۔ (نوح)

اے پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ کو بخش دے اور اس شخص کو بھی بخشش سے نواز جو مومن ہو کر میرے گھر میں داخل ہو اور مومنین و مومنات کو بھی بخش دے۔

اور اس موقع پر بھی اُنہوں نے کنعان کا استثناء نہیں کیا اور یا اُس کے مومن ہو کر گھر میں داخل ہونے کی دعاء نہیں فرمائی۔

تیسری مرتبہ پھر یہ دعاء کی:۔

ولا تزد الظّٰلمین الّا تباراً ○

اور ظالموں کے لئے ہلاکت کے سوا کچھ اضافہ نہ کر۔

کنعان ظالم تھا اس لئے کہ کافر تھا، موقعہ تھا کہ استثناء کر کے اس کے لئے ظالم نہ رہنے کی دعا بھی فرما لیتے اور اگر معلوم نہ تھا تو یہ بد قسمت بیٹے کی بدقسمتی پر ازلی مُہر تھی جو ثبت ہو کر رہی۔

پس جب وقت قبولیت دعا آ پہنچا اور کنعان کی سرکشی بدستور رہی تو اب محبتِ پدری کا جوش خدا کے عادلانہ فیصلہ کے سامنے نہ ٹھہر سکا، اور اس کی نجات کی دعا پر اپنی نادانی کے اعتراف کے ساتھ عذر خواہی کرنی پڑی، اور بایں ہمہ جلالتِ قدر خدا کے سامنے اپنی بندگی کے اظہار ہی کو بہتر سمجھ کر عبدِ کامل ہونے کا ثبوت پیش فرمایا، اور درگاہِ الٰہی سے شرفِ مغفرت اور قربت الٰہی کو حاصل کیا۔

اہم نتائج (۱) ہر ایک انسان اپنے کردار و عمل کا خود ہی جوابدہ ہے، اس لئے باپ کی بزرگی بیٹے کی نافرمانی کا مداوا اور علاج نہیں بن سکتی اور نہ بیٹے کی سعادت باپ کی سرکشی کا بدل ہو سکتی ہے۔ حضرت نوح (علیہ السلام کی نبوت و پیغمبری کنعان کے کفر کی پاداش کے آڑے نہ آ سکی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیغمبرانہ جلالت قدر شرکِ آذر کے لئے نجات کا باعث نہ ہو سکی۔

کلّ یعمل علیٰ شاکلتہ۔ ہر شخص اپنے اپنے ڈھنگ پر کام کرتا ہے۔

(۲) بُری صحبت زہر ہلاہل سے بھی زیادہ قاتل ہے اور اس کا ثمرہ و نتیجہ ذلت، خسران اور تباہی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ انسان کے لئے جس طرح نیکی ضروری شے ہے اُس سے زیادہ صحبتِ نیکاں ضروری ہے، اور جس طرح بدی سے بچنا اس کی زندگی کا نمایاں امتیاز ہے اس سے کہیں زیادہ بُروں کی صُحبت سے خود کو بچانا ضروری ہے۔

پسرِ نوح با بداں بنشست
خاندانِ نبوتش گم شد
سگِ اصحابِ کہف روزے چند
پے نیکاں گرفت مردم شد

*

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

۳- خداوند تعالےٰ پر صحیح اعتقاد اور بھروسہ کے ساتھ ظاہری اسباب کا استعمال توکّل کے منافی نہیں ہے بلکہ توکّل علی اللہ کے لئے صحیح طریق کار ہے۔ تب ہی تو طوفان سے بچنے کے لئے کشتیٔ نوح ضروری ٹھہری۔

۴- انبیاء علیہم السلام سے پیغمبر خدا اور معصوم ہونے کے باوجود بہ تقاضائے بشریت لغزش ہو سکتی ہے مگر وہ اس پر قائم نہیں رہتے بلکہ فوراً منجانب اللہ ان کو تنبیہ کر دی جاتی ہے اور اس سے ہٹا لیا جاتا ہے۔ حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے واقعات اس کے لئے شاہدِ عدل ہیں نیز وہ عالم الغیب بھی نہیں ہوتے جیسا کہ اسی واقعہ میں "فلا تسئلنِ ما لیس لک بہ علم" سے واضح ہے۔

۵- اگرچہ پاداشِ عمل کا خدائی قانون کائنات کے ہر گوشہ میں اپنا کام کر رہا ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر جُرم اور ہر طاعت کی سزا یا جزاء اسی عالم میں مل جائے کیونکہ یہ کائنات، عمل کی کشت زار ہے۔ اور پاداشِ کردار کے لئے معاد اور عالم آخرت کو مخصوص کیا گیا ہے تاہم ظلم اور غرور ان دو [illegible] سزا

(باقی صـ۱۴ پر)

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درس قرآن

منعقدہ ۲۶ر فروری ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

(۷)

قرآن مجید میں آتا ہے - چھوٹی سی بات ہے - حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والتسلیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ، جب انہوں نے محسوس کیا کہ میں با امید ہوں اللہ کے حکم سے، اور میرے ہاں کوئی بچہ بچی پیدا ہونے والا ہے تو قرآن میں آتا ہے ——

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ۝ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۝ — حضرت مریمؑ کو اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ اے مریم! تو ڈر نہ، میں تیرے پینے کے لئے پانی نکال رہا ہوں، پانی کا چشمہ تیرے پاؤں کے نیچے سے نکل رہا ہے - اور آگے فرمایا - وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝ فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا اے مریم! بس کھجور کے تنے کے ساتھ تو تکیہ لگا کر بیٹھی [illegible] کے اوپر نہ پتے ہیں نہ پھل ہے، کچھ بھی نہیں ہے - ایک بالکل چھوٹی سی لکڑی سی ہے، اس تنے کو تو ذرا سا ہلا دے - وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ - اسے اپنی طرف ذرا جھٹکا دے — کیا ہوگا؟ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝ تجھ پر تازہ کھجوریں گرا دے گا یہ تنا - چنانچہ اسی طرح ہوا - كُلِىْ وَاشْرَبِىْ - پھر کھجور کھا، پانی پی، کسی قسم کا ڈر نہ کر، اللہ تعالیٰ تجھ پر بڑا فضل و کرم فرمانے والے ہیں - تو حضرت مریمؑ نے اس کھجور کے تنے کو ذرا ہلایا - ہلانے کے بعد کھجوریں نازل ہو گئیں، اتر گئیں، کھجوریں آپ نے کھائیں اور جتنا وقت مقدر تھا، اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا، اتنا وقت وہ رہیں۔

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ اے مریم! میں کھجوریں بھی تجھ پر نازل کر رہا ہوں — نہیں — فرمایا کچھ تو بھی ذرا حرکت کر - اس تنے کو ذرا ہلا دے، حرکت تو کر، طلب تجھ میں پیدا ہو - اب ہم مسلمان کے گھر میں قرآن پہنچا دیتے ہیں - پڑھتا ہے مسلمان؟ اخباروں میں درس قرآن آ جاتا ہے، پڑھتا ہے؟ ریڈیو پر درس قرآن آ جاتا ہے، سنتا ہے؟ اللہ تعالیٰ طلب پیدا کرنا چاہتے ہیں — کیا میں اگر نماز نہ پڑھوں، آپ اگر نماز نہ پڑھیں تو کیا اللہ تعالیٰ کی خدائی میں کمی ہو جائے گی؟ اللہ تعالیٰ طلب پیدا کرتے ہیں کہ میرا بندہ مجھے اپنا خدا سمجھتا ہے کہ نہیں؟ پھر گھر میں نماز پڑھ لے تو کیا گھر میں خدا موجود نہیں ہے؟ فرمایا مسجد میں نماز پڑھ کر طلب پیدا کر، میں دیکھوں کہ تجھے میرے دین کی طلب ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ میرے بزرگو یہاں نہیں ہے؟ فرمایا - حج کرنا ہے تو بیت اللہ کو چلا آ، خانہ کعبہ کا طواف کر، وہ خدا یہاں بھی ہے جو وہاں ہے، پہلے طلب پیدا کرنا چاہتا ہے کہ تیرے پاس مال ہو گیا ہے - میں دیکھتا ہوں تو سینما تو لگا سکتا ہے، بلیں لگا سکتا ہے، اپنی کوٹھیاں بنا سکتا ہے، کیا میرے دئے ہوئے مال کو میرے نام پر بھی خرچ کر سکتا ہے یا نہیں؟ میں تیری طلب کو دیکھنا چاہتا ہوں — جو بھائی حج کو جا چکے ہیں اللہ ان کے حجوں کو قبول فرمائے اور مجھے بھی اور آپ کو بھی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ یہ طلب پیدا کی جاتی ہے - جیسے قرآن مجید کی ضرورت ہے دکان پر جا کر لے - اب آپ کو طلب تھی آپ تشریف لے آئے، مجھے طلب تھی میں بھی آ گیا - مجھے یہ طلب تھی کہ جا کر دینی مجلس میں بیٹھ آؤں، ممکن ہے اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف کر دے - آپ کو طلب تھی چلو قرآن سن لیں گے — یہ طلب ہے - انشاءاللہ اس طلب پر رب العالمین مجھے اور آپ کو اجر عطا فرمائیں گے - اللہ تعالیٰ طلب ہی پر دیتے ہیں اور طلب ہی ایک مستقل عبادت ہے -

تو میں عرض یہ کر رہا تھا - اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ - اللہ کی باتوں پر میں عرض کر رہا تھا - تو آج جن ہمارے بھائیوں نے عربی کو اڑا دیا، صرف اردو ہی کا متن رکھا ہے سچ کہو اردو میں اگر قرآن پڑھا جائے تو کسی کا دل ڈرے گا؟ کسی کے دل میں خوف پیدا ہوگا؟ کسی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے؟ کسی کو محبت پیدا ہوگی؟ اگر آج یہ کہہ دیا جائے کہ دنیا کے مختلف ملکوں سے قاری آئے ہیں ایک قاری آسامی زبان میں پڑھے گا، ایک قاری جو ہے وہ سنسکرت میں پڑھے گا، ایک قاری انگریزی میں قرآن پڑھے گا، ایک قاری فارسی میں پڑھے گا، ایک قاری روسی زبان میں پڑھے گا، ایک قاری چینی زبان میں پڑھے گا اور پاکستان کا قاری صاحب اردو میں پڑھے گا، تم جاؤ گے وہ قرأت سننے کے لئے؟ ہرگز نہیں جاؤ گے - اور اگر کوئی گیا بھی تو تم پرواہ نہیں کرو گے - لیکن آج [illegible] پچھلے دنوں قاری حضرات تشریف لائے، [illegible] ؟ مسلمانوں کا مجمع [illegible] مسلمانوں کی اصل اساس کون سی چیز ہے؟ قرآن مجید — اللہ کا نام، اللہ کا ذکر، اللہ کے گھر اور اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم — یہ چار بنیادیں ہیں مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کی - مسلمان ان چاروں پر اکٹھے ہوں گے یاد رکھئے - اللہ کے نام پر اکٹھے ہوں گے۔ آپ اکٹھے ہوئے کہ نہیں؟ اللہ کے کلام پر اکٹھے ہوں گے - اللہ کے گھر میں اکٹھے ہوں گے - مسجدوں میں - اور اللہ کے نبی محمد رسول اللہ کے نام پر اکٹھے ہوں گے (صلی اللہ علیہ وسلم) ویسے کبھی نہیں اکٹھے ہو سکتے - قرآن نے اکٹھا کیا ہے کہ نہیں کیا؟ آج ہمارے تھائی لینڈ کے قاری صاحب نے بھی قرآن عربی میں پڑھا، ہمارے روس کے قاریوں نے بھی قرآن عربی میں پڑھا، ہمارے ترک بھائی نے بھی قرآن عربی میں پڑھا، اور

یہ بتا دیا کہ اسلام چودہ سو سال بعد بھی زندہ ہے۔ اور یہ کتاب مبین آج بھی زندہ ہے، اللہ قیامت تک اسے زندہ رکھے گا۔

تو اگر یہ چیز چل پڑے، یاد رکھئے یہ اردو کا "قرآن" لینا بھی حرام، اردو کا "قرآن" پڑھنا بھی حرام، اردو کا "قرآن" سننا بھی حرام۔

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔ قرآن کیا کہتا ہے؟ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا ۔ ہم نے جو قرآن اتارا وہ تو عربی ہے۔ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں۔ قرآن عربی ہے۔ ہم کہتے ہیں جی نہیں اردو میں بھی ایک ہے۔ یہ بھی ایک قرآن ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ــــ ترجمہ اردو میں سمجھ لیجئے، تفسیر اردو میں سمجھ لیجئے لیکن میرے بزرگو! میں درخواست کروں گا کہ اس بدعت کو ہٹانے کی کوشش کیجئے۔ جن گھروں میں ہے وہ بھی نکالا جائے اور آئندہ کبھی اس کو خریدنے کا ارادہ نہ کریں اور اسے قرآن سمجھنا بھی گناہ ہے اور اس سے بہت بڑی ایک تحریف پیدا ہو سکتی ہے۔ آج یہودیوں نے اپنی کتاب کو گم کر دیا، عیسائیوں نے اپنی کتاب کو گم کر دیا۔ الہامی کتابیں کہاں ہیں؟ یہی وجہ تھی کہ اُن کو دوسری زبانوں میں منتقل کیا گیا ــــ جو ایڈیشن آتے گئے وہ چھپتے گئے، جو آتے گئے وہ چھپتے گئے۔ اور ہمارا قرآن تو بھائی یہ الہامی ہے۔ الہامی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا کلام ہے اور اس کا محافظ تو خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کا تعلق کسب کے ساتھ نہیں ہے، اس کا تعلق نورِ باطن کے ساتھ ہے۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: حضرت امّ سلمہؓ

کے باہر سے آواز دی کہ صدقہ دو اللہ تمہارے (گھر بار، جان و مال) میں برکت دے۔ اس گوشت کے علاوہ کچھ موجود نہ تھا اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اس گوشت کو رکھ دیا تھا اس لئے اس کو دینا گوارا نہ ہوا اور (سائل کو) جواب دے دیا کہ (کچھ نہیں ہے اور جگہ تلاش کر) اللہ برکت دے۔ یہ جواب سن کر سائل چلا گیا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لاتے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے امّ سلمہ! کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے عرض کیا۔ جی ہے۔ یہ کہہ کر خادمہ سے فرمایا کہ جاؤ وہ گوشت لاکر آپؐ کی خدمت میں پیش کر دو۔ اب جو باندی نے جا کر دیکھا تو وہاں بجائے گوشت کے پتھر کا ٹکڑا رکھا ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یقین جانو وہ گوشت اس لئے پتھر بن گیا کہ تم نے سائل کو نہ دیا۔ (مشکوٰۃ عن البیہقی فی دلائل النبوی)

وفات حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے ۵۹ھ میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر شریف ۸۴ سال کی تھی۔ یہ واقدی کا بیان ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تحقیق میں ان کی وفات سنہ ۶۱ھ یا سنہ ۶۲ھ یا سنہ ۶۳ھ میں ہوئی۔

آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت جو نو ۹ بیویاں چھوڑی تھیں ان میں سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور ان میں سب سے آخر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہا

بقیہ: تفسیر احکام صیام

(۲) جب کسی نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا ہی نہ چھوڑا تو اُس کا کھانا اور پانی چھڑوا دینے کی اللہ کو کوئی حاجت نہیں۔ بخاری

(۳) بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ اس روزہ سے بھوک اور پیاس کے سوا ان کے پلّے کچھ نہیں پڑتا اور بہت سے راتوں کو کھڑے رہنے والے ایسے ہیں کہ اس قیام سے رت جگے کے سوا انکے پلے کچھ نہیں پڑتا۔

(۴) جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ روزہ رکھا اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے

(۵) روزہ ڈھال کی طرح ہے کہ جس طرح ڈھال دشمن کے وار سے بچنے کے لئے ہے اسی طرح روزہ بھی شیطان کے وار سے بچنے کے لئے ہے لہٰذا جب کوئی شخص روزے سے ہو تو اُسے چاہیے کہ اس ڈھال کو استعمال کرے اور دنگہ فساد سے پرہیز کرے۔ اگر کوئی شخص اسکو گالی دے یا اس سے لڑے تو اُس کو کہہ دینا چاہئے کہ بھائی میں روزہ سے ہوں مجھ سے تم یہ توقع نہ رکھو کہ تمہارے اس مشغلہ میں حصہ لوں گا۔

(۶) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی بُو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (متفق علیہ)

(۷) روزے اور قرآن مجید قیامت کے دن شفاعت کرائیں گے۔ روزہ کہے گا الٰہی میں نے اسے دن کے وقت کھانے پینے اور دیگر خواہشات نفسانیہ سے روکا تھا اس لئے اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمایئے۔ قرآن عرض کرے گا میں نے رات کو اسے سونے نہ دیا تھا اس لئے میری سفارش اس کے حق میں قبول فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ دونوں کی سفارش قبول فرمائے گا۔

(۸) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزہ افطار کرنے کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى

(۹) جنّت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ان میں سے ایک دروازہ کا نام ریّان ہے اس دروازہ سے سوائے روزہ دار کے اور کوئی داخل نہیں ہوگا۔

(۱۰) روزہ نصف صبر ہے۔

(۱۱) روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں ایک روزہ کھولنے کے وقت دوسرے خدا سے ملاقات کے وقت۔

بقیہ: حضرت نوحؑ

کسی نہ کسی نہج سے یہاں دنیا میں بھی ضرور ملتی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ فرمایا کرتے تھے، کہ ظالم اور متکبّر اپنی موت سے قبل ہی اپنے ظلم و کبر کی کچھ نہ کچھ سزا ضرور پاتا اور ذلّت و نامرادی کا منہ دیکھتا ہے۔ چنانچہ خدا کے سچّے پیغمبروں سے الجھنے والی قوموں اور تاریخ کی ظالم و مغرور ہستیوں کی عبرتناک ہلاکت و بربادی کی داستانیں اس دعوے کی بہترین دلیل ہیں۔

فضائل رمضان پر تقریر

۱۵ اردسمبر بروز جمعۃ المبارک بمقام میلسی ضلع ملتان میں حضرت مولانا عطاء اللہ بعد ادائے جمعہ سے قبل عنوان بالا پر تقریر فرمائیں گے۔ (مفتی محمد کلیم اللہ میلسی)

نجاتِ ابدی حضرتِ رسولِ کریمؐ کی پیروی پر منحصر ہے

محمد شفیع عمرالدین، میرپورخاص

ــــ محمدِ عربی کآبروئے ہر دو سرا است
کسے کہ خاکِ درش نیست خاک بر سرِ او

(آل عمران - آیت ۳۱-۳۲)

ترجمہ: کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو تاکہ اللہ تم سے محبت کرے - اور تمہارے گناہ بخشے - اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے - کہہ دو اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرو - پھر اگر وہ منہ موڑیں تو اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا -

حاصل یہ نکلا

کہ آنحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ، شریعت اور دین کی ظاہری اور باطنی سب اقوال اور افعال میں پیروی فرض ہے - اس پیروی کی بدولت بندے کو اللہ تعالےٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے اور غفور رحیم کی گناہوں سے بخشش اور رحمت عطا ہوتی ہے -

نیز آپؐ کے طریقہ، شریعت اور دین کا انکار کفر ہے - اور کفر سے اللہ تعالےٰ ناراض ہوتا ہے اور یہ بات اللہ تعالےٰ کی بخشش اور رحمت سے دُور کرنے والی ہے -

حدیث شریف میں آتا ہے :-
(عن عائشہؓ) مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَیْسَ عَلَیْہِ اَمْرُنَا فَھُوَ رَدٌّ (مسلم)

حضرت - جو کوئی وہ کام کرے جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ کام مردود ہے -

یعنی دین کا ہر کام چھپا ہو یا کھلا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت نہ ہو وہ قابل قبول نہیں لہٰذا ہمیں ہر بدعت کے کام سے بچنا چاہئے -

حضرت مرشدنا و سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ " اب ہم اصل بات کی طرف رجوع کرتے ہیں - یہ بات (شرعاً و عقلاً) مقرر ہے کہ ہر وہ چیز جس میں "محبوب" کے اخلاق و شمائل پائے جائیں وہ چیز بھی "محبوب" کی متابعت کے باعث محبوب بن جاتی ہے - اور آیت کریمہ فاتبعونی یحببکم اللہ میں یہی رمز ہے - پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت محبوبیت کے مقام پر پہنچا دیتی ہے - لہٰذا ہر سلیم الطبع عقلمند انسان پر واجب اور لازم ہے کہ ظاہر اور باطن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں جد و جہد کرے" (مکتوب ۴۱ - دفتر اوّل)

نیز آپ نے ایک دوسرے مکتوب شریف میں شریعت کے احکام بجا لانے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا - کہ "ہندوستان کے برہمنوں اور یونان کے فلسفیوں نے ریاضتوں اور مجاہدوں میں بڑی مشقتیں برداشت کی ہیں مگر ان کی یہ سب مشقتیں حضرات انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کے مطابق عموماً اور حضرت افضل الانبیاء علیہم السلام کی شریعت کے مطابق خصوصاً نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہیں اور وہ نجاتِ اخروی سے محروم ہیں" (مکتوب ۱۷ - دفتر دوم)

ایک اور مقام پر آپؒ نے فرمایا - "تہتّر اسلامی فرقوں میں سے ہر فرقہ یہی دعوےٰ کرتا ہے کہ وہ آپؐ کی شریعت کا پیرو ہے اور اپنی نجات کا یقین رکھتا ہے مگر آیت کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ - (مومنون آیت ۵۳) (ہر ایک جماعت اس ٹکڑے پر جو اُن کے پاس ہے خوش ہونے والے ہیں) ان کے حال کے مطابق ہے -

مگر ان مذکورہ متعدد فرقوں میں سے ایک فرقہ نجات پانے والے کی تمیز کرنے والی جو دلیل حضرت پیغمبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے - اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ - یعنی وہ ایک نجات پانے والا فرقہ وہ ہے جو اس طریقہ پر ہے جس پر میں ہوں اور میرے اصحابؓ ہیں

اس مقام پر حضراتِ اصحابؓ کا ذکر باوجود ذکر صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہونے کے اس لئے کیا گیا تاکہ (آپ کے تابعدار) جان لیں کہ آپؐ کا طریقہ حضرات صحابہ کرامؓ کا ہی طریقہ ہے - اور نجات کا راستہ ان حضرات کے طریقہ کے اتباع کے ساتھ وابستہ ہے - پس (نجات کا اور کوئی راستہ ان حضرات کی پیروی کے سوا نہیں) جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے -- مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ (النساء آیت ۸۰) جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا ــــ پس حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت عین اللہ تعالےٰ کی اطاعت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے روگردانی کرنا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور معصیت ہے - جس جماعت نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے برخلاف تصوّر کیا ہے - اللہ تعالےٰ ان کے حال کی خبر دیتا ہے اور اُن پر کفر کا حکم لگاتا ہے -

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا :-

ترجمہ : اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں - اور کہتے ہیں کہ ہم بعضوں پر ایمان لائے ہیں اور بعضوں کے منکر ہیں اور چاہتے ہیں کہ کفر اور ایمان کے درمیان ایک راہ نکالیں - ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں

اس حالت میں حضرات صحابہ کرامؓ کے اتباع کے طریقہ کے برخلاف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا دعوےٰ کرنا باطل اور جھوٹا ہے - بلکہ اس طرح کا اتباع تو درحقیقت بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانبرداری ہے - پس ایسے غلط طریقے میں نجات کی کہاں گنجائش ہے ؟ یہ آیت وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ عَلٰی شَیْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ

الْكٰذِبُوْنَ ○ (مجادلہ آیت ۱۸) (اور سمجھ رہے ہیں کہ ہم رستے پر ہیں۔ خبردار بے شک وہ جھوٹے ہیں) ان کے حال کا پتہ دیتی ہے۔

بڑی کامیابی

بڑی کامیابی بندے کی یہ ہے کہ وہ ہر سنت کے مطابق کرے۔

(احزاب۔ آیت ۷۱) ترجمہ: جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کا کہا مانا سو اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

(التغابن۔ آیت ۱۲) ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرو۔ پھر اگر تم نے منہ موڑ لیا تو ہمارے رسول پر بھی صرف کھول کر پہنچا دینا ہی ہے۔

حاشیہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ

اس مقصد سے آدمی اِدھر اُدھر نہ ہٹنے پائے۔ ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا فرض ادا فرما چکے ہیں۔

قیامت کے دن حسرت

(الفرقان۔ آیت ۲۷-۲۹) ترجمہ۔ اور اس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائیگا۔ کہے گا۔ اے کاش! میں بھی رسول کے ساتھ راہ چلتا۔ ہائے میری شامت! کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اسی نے تو نصیحت کے آنے کے بعد مجھے بہکا دیا اور شیطان تو انسان کو رسوا ہی کرنے والا ہے۔

حاشیہ شیخ التفسیرؒ

آیت (۲۷) مخالفین رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اس دن یہ حالت ہوگی۔ (۲۸-۲۹) فلاں شخص کی دوستی نے مجھے ڈبویا۔

حدیث:۔ (عن ابی ہریرۃؓ) كُلُّ أُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى، قِيْلَ وَ مَنْ يَّاْبٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ مَنْ اَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَ مَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى۔ (بخاری)

ترجمہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری کُل امت جنت میں داخل ہوگی۔ مگر وہ (جنت میں داخل نہ ہوگا) جس نے انکار کیا۔ (صحابہ کرامؓ نے) عرض کیا۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) انکار کرنے والا کون شخص ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے نافرمانی کی وہ انکار کرنے والا ہے۔

حضرت ابن اعونؒ فرماتے ہیں کہ میں تین چیزوں کو اپنے لئے اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے پسند کرتا ہوں۔

ایک سنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تاکہ وہ اس کو سیکھیں اور پوچھیں۔

دوسرا قرآن کریم۔ تاکہ اس کو سمجھیں اور دریافت کریں۔

تیسرا لوگوں کے ساتھ میل ملاپ سوائے نیک کام کے چھوڑ دیں (بخاری کتاب الاعتصام)

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ دین سے برگشتہ کرنے والی مجلسوں سے دُور رہیں۔ شریعت کے پابند حضرات کی صحبت اختیار کریں اور کتاب و سنت پر چلیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔

"اور جب کسی قوم کی طرف نبی بھیجا جائے تو ان پر اس کی پیروی واجب ہو جاتی ہے خواہ وہ راست پر ہی ہوں۔ کیونکہ ایسے بلند مرتبہ شخص کی مخالفت کرنے سے ملاءِ اعلیٰ کی لعنت پیدا ہوتی ہے۔ اور مخالفت کی ذلت پر اجماع ہو جاتا ہے جس سے تقرب الی اللہ کا راستہ ان پر بند ہو جاتا ہے اور ان کی سعی کچھ کام نہیں آتی۔ ان کے مرنے کے بعد چاروں طرف سے ان کو لعنت گھیر لے گی۔" (حجۃ اللہ البالغہ ص۱۷۰ جلد اول)

دُعا

رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

(آل عمران۔ آیت ۱۹۳-۱۹۴)

ترجمہ۔ اے رب ہمارے! ہم نے ایک پکارنے والے سے سنا جو ایمان لانے کو پکارتا تھا۔ کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ سو ہم ایمان لے آئے۔ اے رب ہمارے! اب ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے۔ اے رب ہمارے! اور ہمیں دے جو تو نے ہم سے اپنے رسول کے ذریعے سے وعدہ کیا ہے۔ اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر۔ بلاشبہ تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ آمین یا الٰہ العالمین!

بقیہ: اکلِ حلال کی اہمیت

کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے کہیں بہتر ہے۔ (صحیحین) نیز ارشاد ہے کہ جو شخص شام کو کارِ معاش سے تھک کر چُور ہو جائے، اُس کی مغفرت ہو چکی۔ (طبرانی) اسی لئے رزقِ حلال کی طلب کو جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے: طَلَبُ الْحَلَالِ جِهَادٌ وَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُحْتَرِفَ ۔ (طلبِ رزقِ حلال جہاد ہے اور حق تعالیٰ کام کرنے والے بندہ کو پسند فرماتے ہیں)۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے والے شخص کو شریعتِ اسلامیہ نے نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اَلْكَاسِبُ حَبِيْبُ اللّٰهِ ۔ (اپنے ہاتھ سے کام کرنے والا اللہ کا دوست ہے) ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے اِنَّ فِي الْجَنَّةِ دَرَجَةً لَا يَنَالُهَا اِلَّا اَرْبَابُ الْهُمُوْمِ فِيْ طَلَبِ الْمَعِيْشَةِ (جنت میں ایک مخصوص درجہ ہے جس تک رسائی اُنہی لوگوں کی ہو گی جو معاش کی جستجو میں حیران و پریشان رہتے ہیں۔ (دیلمی)۔

بزرگانِ دین نے بیان کیا ہے کہ بہت سے ایسے گناہ ہیں جن کا کفارہ صرف فکرِ معاش ہی سے ہو سکتا ہے۔ نیز ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ عبادت کے دس حصے ہیں۔ جن میں سے نو کی ادائیگی صرف طلبِ رزقِ حلال سے ہوتی ہے۔

(بشکریہ ریڈیو پاکستان لاہور)

اپیل

مدرسہ عربیہ قاسم العلوم رجسٹرڈ سارو کی تحصیل وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ بیادگار قطبِ زماں مفسرِ قرآن حضرت لاہوریؒ۔ زیر سرپرستی حضرت مولانا عبیداللہ انور امیر انجمن خدام الدین لاہور۔ یہ مدرسہ ایک ایسے علاقہ میں کام کر رہا ہے جہاں کے بیشتر لوگ شرک و بدعت میں مبتلا ہیں۔ بستی کے لوگ مدرسہ سے کوئی تعاون نہیں کرتے۔ مخیّر حضرات سے اپیل ہے کہ مدرسہ ہذا کی امداد فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ خط و کتابت حافظ محمد شفیع جالندھری ناظم مدرسہ عربیہ قاسم العلوم (رجسٹرڈ) سے کریں۔

پتہ کی تبدیلی۔ میں چونکہ مستقل طور پر دفتر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان تغلق روڈ ملتان میں مقیم ہوں اس لیئے جملہ احباب اسی پتہ پر خط و کتابت کریں۔ منظور احمد شاہ کہروڑی مرکزی مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت تغلق روڈ ملتان شہر۔

بقیہ : خطبہ جمعہ

کہنا، لغو اور بے ہودہ بکنا اور فضول کام کرنا نہیں چھوڑتا تو خدا کو اُس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی پرواہ نہیں ہے گویا روزے کا مقصد اصلی اخلاق کو سنوارنا ہے اگر اخلاق درست نہ ہوئے تو روزے سے کوئی فائدہ نہ ہُوا۔

غرض

ہم پر فرض عائد ہوتا ہے کہ روزوں کی اس قدر فضیلت اور اہمیت کے پیش نظر ہر سال اس ماہ کے مکمل روزے رکھیں۔ رمضان کا پورا احترام کریں، اپنے اندر اخلاقی، جسمانی اور روحانی خوبیاں پیدا کریں۔ قرآنی تعلیمات کو عام کریں اور تراویح کا پورا اہتمام کریں۔ تاکہ نزول قرآن کا مقصد پورا ہو۔ اور رمضان المبارک فی الواقعہ نزولِ قرآن کا جشن اور یادگار ثابت ہو۔

بقیہ : ادارتی نوٹ

میں مردوں کی موجودگی نے ایک افراتفری پیدا کی۔ اسٹالوں کے کارکنوں کے دوست اور عزیز مینا بازار میں گھس آئے۔ خود میونسپل کمیٹی کے لاتعداد ملازم اندر گھس پڑے۔ مستورات اس افراتفری سے ناواقف ہونے کے باعث بڑی ندامت اور شرمندگی سے دوچار ہوئیں۔ حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ ہیڈ مسٹریس جو خود ایک پردہ دار عورت ہے۔ اس نے یہ کس طرح گوارا کیا کہ اسٹالوں پر مرد کام کریں۔

مینا بازار میں سب سے زیادہ شرمناک عورتوں کا ڈانس تھا۔ اسکول کی لڑکیاں بالکل مغربی رنگ میں ڈوبی ہوئی اسٹیج پر اپنے رقص کا مظاہرہ کرتی رہیں۔ ان کے رقص کے لئے نامہذب طبلچی اور سازندے مہیا کئے گئے تھے۔ اس رقص کی موجودگی کے باعث مردوں نے اندر داخل ہونے کی کوشش کی۔ پولیس کی مزاحمت کے باعث دروازہ پر جھگڑے ہوتے رہے۔ اور کچھ لوگ اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

اخباروں میں تو آئے دن ایسی رقص کی محفلوں پر کڑی نکتہ چینی ہوتی رہتی ہے لیکن نشکارپور کے چیئرمین اور ہیڈ مسٹریس اس نکتہ چینی سے بالکل بے پروا بن گئے تھے۔ کیا اسکولوں اور کالجوں میں مینا بازار لگانے کا یہ مقصد ہے، کہ لاؤڈ سپیکر پر مخرب اخلاق گانے گائے جائیں اور اسٹیج پر لڑکیوں کو ناچنا کودنا سکھایا جائے۔ کیا ہماری لڑکیاں اپنی درسگاہوں سے یہی اخلاق سوز تربیت حاصل کر سکتی ہیں؟"

ہماری حکومت نے، اسکولوں میں 'اسلامی تعلیم' کو مروّج کرنے کا مصمم ارادہ کیا ہے۔ لیکن ہمارے سرکاری کارندے بڑی جرأت سے اس نیک مقصد کی مخالفت پر اڑے ہوئے ہیں۔ گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول کے اربابِ اقتدار نے اسلامی شعار اور ہماری قومی حکومت کے عزائم اور مقاصد پر بھاری چوٹ کی ہے۔ بیان میں کہا گیا ہے۔ تین دن متواتر مغرب اور عشاء کے نمازوں کے وقت، مینا بازار (گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول) سے لاؤڈ سپیکر پر مخرب اخلاق گانے گائے جاتے رہے اور اسٹیج پر رقص ہوتا رہا۔

یہ صورتِ حال انتہائی افسوسناک ہے ہمارے بعض مغرب زدہ اربابِ اقتدار کو کیا یہ معلوم نہیں کہ لڑکیوں کی درسگاہیں لڑکیوں کو اسلامی تعلیم سے روشناس اور شائستہ و مہذب بنانے کے لئے ہیں نہ کہ فلمی گانے سیکھنے اور مغربی رقص و سرود کا مظاہرہ کرنے کے لئے۔ ایسے ہنگاموں کے لئے لڑکیوں کے سکول کا انتخاب قطعاً صحیح نہ تھا۔ چیئرمین ٹاؤن کمیٹی ریڈکراس کے میلے کا انعقاد کسی اور جگہ کر سکتے تھے۔ ہم حکومت کے ذمہ دار حکام کو خاص طور پر متوجہ کرتے ہیں کہ اس قسم کے امور کی قانوناً روک تھام ہونی چاہئے اور تحقیق سے ثابت ہو جائے تو متذکرہ بالا ناشائستگی کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف تادیبی کارروائی عمل میں لائی جانی چاہئے۔

بقیہ : مودودی صاحب کی زبان درازی

سے انکار کرنے کی ہمت کون کر سکتا ہے۔ کبھی یہ کہتے ہیں کہ ان سے کوئی غلطی ہوئی بھی ہو تو اس کا ذکر کرنا چاہیے حالاں کہ اللہ تعالے نے خود ان کا ذکر فرمایا ہے اور اس کتاب میں فرمایا ہے۔ جسے قیامت تک لوگ پڑھتے رہیں گے اگر یہ ذکر ہی ناجائز تھا تو اس کتاب میں اسے درج ہی کیوں کیا گیا جسے ہر کس وناکس کو پڑھنا تھا"

ہم اس کج بحثی اور راکٹ حجتی میں نہیں الجھنا چاہتے کہ اللہ تعالے نے ایسا کیوں کیا؟ اور اس نے اپنے صالح بندوں پر گرفت کیوں فرمائی۔ ہم صرف یہ دیکھتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے نمونہ بنے اور ہمارے لئے محترم ٹھہرے۔ ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس طرح کی باتوں کے بار بار اور بالاصرار تکرار کی آخر وجہ کیا ہے؟ اور کس مقصد کے لئے اس پر زور دیا جا رہا ہے کیا یہ مقصد صحابہ کرام اور امہات المومنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے احترام کو کم کرنا ہے؟ اور اس طرح اسلام کی گرفت کو پاکستانیوں کے دل اور ذہن پر سے کمزور بنانا ہے یا یہ محض بزرگان سلف کے خلاف دراز زبانی کر کے اپنی انا کو تسکین پہنچانا ہے۔؟

ہم سمجھتے ہیں کہ اگر سلف صالحین اصحاب کرام اور امہات المومنین کے لئے کسی آدمی کی زبان یا اس کا قلم کسی بھی مفروضے اور کسی بھی دلیل کا سہارا لے کر یہ طرز تکلم اختیار کر سکتا ہے تو وہ اسلام کے مزاج سے کوسوں دور ہے علم و فضل کا دعویٰ اور اقامت دین کا ادعا تو بہت دور کی بات ہے جس آدمی کی زبان امہات المومنین کے متعلق یہ الفاظ کہہ سکتی اور جس کا قلم ان الفاظ کے لکھنے سے لرزتا نہیں اس کے لئے کوئی نرم لفظ ہماری لغت میں موجود نہیں ہے اس لئے ہم اس انداز تکلم کے خلاف شدید احتجاج کرتے ہیں۔ اور مسلمانان پاکستان اور علمائے کرام اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس کی طرف توجہ کریں سلف صالحین کے خلاف مسلمانوں کے جذبات احترام کو کمزور کرنے کی یہ سازش کسی طور برداشت نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ انتہائی خطرناک اور تباہ کن سازش ہے جس کے نتائج کبھی کسی ایک دائرے میں محدود نہیں رہ سکتے۔ ہم علماء سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اکٹھے ہو کر اس فتنے کے استیصال کی طرف متوجہ ہوں اور مودودی صاحب کو مجبور کریں کہ اس گستاخی اور دریدہ دہنی کے لئے معافی مانگیں۔

(شہاب لاہور، ۳ر دسمبر ۱۹۶۷ء)

مولانا غلام مصطفیٰ صاحب کو صدمہ

مولانا غلام مصطفیٰ صاحب ناظم دارالعلوم مدنیہ کے بزرگوار بعمر ساٹھ سال داعی اجل کو لبیک کہہ گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے (ابو محمد عطاء اللہ)

ریڈیو پر تقاریر

حضرت مولانا محمد عبید اللہ انور مدظلہ العالی انشاء اللہ ۱۵ر دسمبر اور ۲۹ر دسمبر بروز جمعہ پونے چھ بجے شام "جمہور دی آواز" پروگرام میں "ہدایت دی راہ" کے عنوان پر تقریر فرمائینگے

حاجی بشیر احمد

ایجنٹ حضرات توجہ فرمائیں

ایجنٹ حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ پرچوں کی تعداد بڑھانے گھٹانے کی اطلاع ہر ہفتہ تک ہمارے پاس پہنچ جائے۔ ہفتہ کے بعد اگر کسی کی اطلاع آئی تو ادارہ اس کی تعمیل سے قاصر رہے گا۔ اور اس کی تعمیل دوسرے ہفتہ ہو سکے گی۔ (مینیجر)

فضائل قرآن پر تقریر

۲۲ر دسمبر بروز جمعۃ المبارک مولانا عطاء اللہ بغدادی تالاب سرائے ضلع لاہور میں عنوان بالا پر تقریر فرمائیں گے۔ اور ۲۴ر دسمبر بروز اتوار بعد نماز عشاء بمقام بسین تحصیل چونیاں ضلع لاہور میں لیلۃ القدر کے فضائل کے موضوع پر خطاب فرمائیں گے۔ (مولانا عبدالکریم خطیب)

جامعہ قاسمیہ لائلپور

عرصہ سے قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیم نہایت اعلیٰ پیمانہ پر دے رہا ہے۔ بیرونی طلباء کے قیام و طعام اور دیگر ضروریات مدرسہ کی طرف سے پوری کی جاتی ہیں۔ مخیر حضرات سے گذارش ہے کہ اس مبارک مہینہ میں زکوٰۃ فنڈ سے مدرسہ کی زیادہ سے زیادہ اعانت فرما کر مشکور فرمائیں۔ (محمد ضیاء القاسمی مہتمم مدرسہ)

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جہلم میں : مولانا محمد اسحاق مسجد گنبد والی

چنیوٹ میں : حافظ شیر زمان نزد مسجد چڑی والی

خانیوال میں : کتب خانہ اشرفیہ

احمد پور شرقیہ میں : حافظ سراج احمد سے حاصل کریں۔ پرچہ گھر پر پہنچانے کا بھی انتظام ہے۔ (مینیجر)

تبلیغی اجتماع

۱۷ر دسمبر ۱۹۶۷ء بروز اتوار مسجد شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ رحیم روڈ دھرم پورہ لاہور میں صبح ۹ بجے سے ایک بجے تک مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری، مولانا عطاء اللہ بغدادی اور ڈاکٹر مناظر حسین نظر ایڈیٹر خدام الدین تقاریر فرمائیں گے۔

بلند اختر نظامی ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور

بقیہ : بچوں کا صفحہ

سوال :- سب سے افضل اور سب سے بڑھے ہوئے رسول کون ہیں ؟

جواب : ہمارے سردار اور آقا، ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم (رات دن خدا کی بے تعداد مہربانیاں ہوں آپ پر)

سوال :- حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد کوئی نبی یا رسول کیوں پیدا نہیں ہوگا ؟

جواب :- اس لئے کہ دین مکمل ہو چکا، خدا کی نعمت پوری ہو چکی۔

سوال :- ہمارے پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے کا مطلب کیا ہے ؟

جواب :- یہ یقین کر لینا کہ آپ خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں، ساری مخلوق سے افضل ہیں۔ آپؐ کے تمام حکم صحیح ہیں۔ آپؐ کی تعلیم سچ اور درست ہے، ہماری عقل اس کو سمجھ سکے یا نہ سمجھ سکے۔

(بچوں کا صفحہ)

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب مدظلہ

(گزشتہ سے پیوستہ)

سوال:- مسلمانوں کے اور کیا عقیدے ہیں؟

جواب:- فرشتوں پر، نبیوں پر، اُن کی لائی ہوئی کتابوں پر اور قیامت پر، تقدیر پر اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر ایمان لانا۔

سوال:- فرشتے کس کو کہتے ہیں؟

جواب:- فرشتے خدا کی پیدا کی ہوئی ایک نورانی مخلوق ہے جو نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں، اللہ کی یاد ہی ان کی غذا ہے۔ نور سے پیدا ہوئے، نہ مرد ہیں نہ عورت، ہمیں نظر نہیں آتے، خدا کی نافرمانی اور گناہ نہیں کر سکتے، جن کاموں پر خدا نے مقرر فرما دیا انہی پر لگے رہتے ہیں۔

سوال:- ان کے کام کیا کیا ہیں جن میں وہ لگے رہتے ہیں؟

جواب:- مثلاً (۱) خدا کے حکموں کا بندوں تک پہنچانا (۲) دنیا کے جن کاموں پر اللہ نے مقرر فرما دیا ہے ان کو انجام دینا (۳) خدا کی یاد کرنا۔

سوال:- ان کی گنتی کتنی ہے؟

جواب:- بہت زیادہ، اس کو خدا ہی خوب جانتا ہے ہمیں نہیں معلوم۔

سوال:- نبی یا رسول کس کو کہتے ہیں؟

جواب:- نبی یا رسول خدا کا وہ پاک بندہ ہے جس کو خدا نے دنیا میں بھیجا ہو تاکہ بندوں کو سچا مذہب سکھائے، سیدھی راہ بتائے، بُری باتوں سے روکے، اچھی باتیں بتائے۔

سوال:- نبی یا رسول کی شان کیا ہے؟

جواب:- وہ خدا کے سچے ماننے والے ہوتے ہیں، نہ کبھی اس کا شریک مانتے ہیں، نہ کفر کرتے ہیں، نہ خدا کا کبھی انکار کرتے ہیں، وہ سب سے زیادہ سچے ہوتے ہیں، سب سے زیادہ نیک، رحم دل، مہربان، مخلوق کے خیر خواہ، خدا کے حکم پر راضی رہنے والے، مصیبتوں پر صبر کرنے والے۔

گناہ نہیں کرتے، جھوٹ نہیں بولتے، دھوکا نہیں دیتے، دنیا کا کوئی خوف یا کوئی لالچ اُن کو اپنے کام سے روک نہیں سکتا، وہ کسی سچے نبی کی توہین یا بے ادبی کبھی نہیں کرتے، خدا کے حکم پورے پورے پہنچا دیتے ہیں۔ نہ کمی زیادتی کرتے ہیں نہ کوئی حکم چھپاتے ہیں۔

عالی خاندان ہوتے ہیں، عالی حسب، عالی ہمت۔ وہ خدا کے حکم سے ایسی چیزیں دکھاتے ہیں جو خدا کے سوا کسی کے قابو کی نہیں ہوتیں، تمام دنیا ان سے عاجز ہوتی ہے، وہ نہ جادو ہوتا ہے نہ شعبدہ، بلکہ خدا کا حکم ہوتا ہے۔ جو نبی یا رسول کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے ایسی چیزوں کو معجزہ کہتے ہیں۔

سوال:- معجزہ کیوں دکھایا جاتا ہے؟

جواب:- تاکہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ یہ واقعی خدا ہی کا بھیجا ہوا ہے۔ اور جو اسلام لا چکے ہیں ان کے ایمان میں تازگی اور یقین میں زیادتی پیدا ہو۔

سوال:- نبی یا رسول خود ہو جاتا ہے یا خدا کے بنانے سے؟

جواب:- خدا کے بنانے سے، یعنی یہ مرتبہ صرف خدا کی دین اور اس کی بخشش ہے، آدمی کی کوشش اور ارادہ اس مرتبہ پر نہیں پہنچا سکتا۔

سوال:- کچھ نبیوں کے نام بتاؤ؟

جواب:- آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سوال:- کیا نبی یہی ہیں یا اور بھی ہیں اور کتنے ہیں؟

جواب:- ان کے سوا اور بھی نبی ہوئے۔ مگر ان سب کی تعداد اللہ ہی جانتا ہے، ہمیں معلوم نہیں۔ بے شک ایمان لانا سب پر واجب ہے۔

سوال:- سب سے پہلے نبی کون ہیں؟ اور سب سے آخری نبی کون؟

جواب:- سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخر ہمارے نبی اور رسول جن کا نام نامی ہے۔ احمد اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم (قربان ہوں آپ پر ہمارے ماں باپ اور ہماری جانیں)

(باقی آئندہ)

نعت

سید عابد علی
کوئٹہ

بیاں کیوں کر کروں شانِ محمدؐ — خدا خود ہے ثنا خوانِ محمدؐ
سراپا نور کی تصویر ہیں آپؐ — ملائک بھی ہیں قربانِ محمدؐ
الٰہی! خواب میں اک دن دکھا دے — جمالِ روئے تابانِ محمدؐ
رہِ حق میں جو اپنی جاں پہ کھیلے — وہی تھے جاں نثارانِ محمدؐ

قیامت کا نہیں عابدؔ کو کچھ غم
وہ ہوگا زیرِ دامانِ محمدؐ

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۹۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۸۱ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۵۶ء (۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD9-۲۰۶۷۶/۳۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM2/۴۰-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبیداللہ انور پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین بیرون شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔